در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

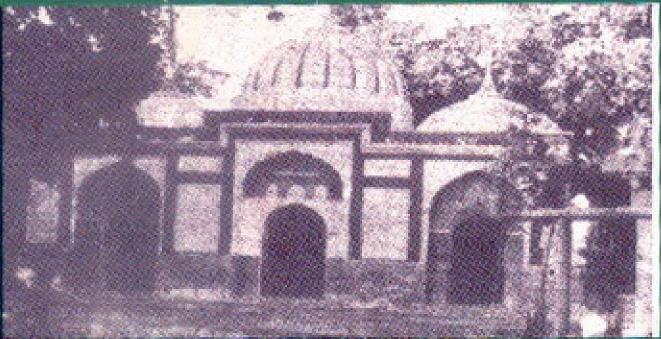

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ
بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

بانی مدیر
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۳۱۱-۳۱۲ — جلد نمبر ۲۶

یکم تا ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء — رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز
قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	سلطان فاروقی	۳
۳	انوار غوثیہ شرح الشمائل المحمدیہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۴
۴	دراسات الحسنیہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴
۵	نعت	طاہر لاہوری	۳۵
۶	روح اسلام تصوف	ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶
۷	غزل	مقبول نقش	۳۶
۸	تیرے خیال کے بربط کو چھیڑتا ہوں میں	مفتی سید حسین فرید گیلانی	۳۷
۹	پھر امڈ آئے ہیں یادوں کے سہانے بادل	سید فرید اللہ شاہ	۴۳
۱۰	ارشادات غوث الصمدانی رضی اللہ عنہ	مرتب: سید کامران شاہ بخاری	۴۹
۱۱	غزل	صدا انصاری	۶۴

شذرہ

انسدادِ جرائم کی مہم اور پولیس کے فرائض

اقبال ریاض

اخبارات میں چھپنے والی یہ اطلاع خوش آئند ہے کہ شہر میں بگڑتی ہوئی امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر پشاور پولیس کے اعلیٰ احکام نے تھانوں کے ایس ایچ او حضرات کو ہدایت کی ہے کہ وہ امن وامان کو بہتر بنانے میں اپنا کردار ادا کریں بصورت دیگر ان کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر پولیس اپنے فرائض کو دیانتداری سے انجام دے تو بڑی حد تک جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہر کوئی جانتا ہے کہ امن وامان کے بغیر کوئی معاشرہ بھی ترقی نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ملک خوشحالی اور آسودگی سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ امان وامان کا قیام پولیس کی ذمہ داری ہے لیکن اگر پولیس ہی اپنے فرائض کی انجام دہی سے کوتاہی کرے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ مجرم عناصر کی حوصلہ افزائی کی مرتکب ہو تو امن کہاں رہ سکتا ہے اور شریف شہریوں کا تحفظ کیسے ممکن ہے۔

یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ ایک عام آدمی اور شریف شہری کو تھانہ میں رپورٹ درج کرانے لئے بھی بڑی جرح کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن ملزم اگر بااثر ہو تو کرسی پیش کرنا بھی محکمہ پولیس میں فرض اولین تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پولیس میں بڑے اصلاح پسند، دیانتدار اور فرض شناس اہلکار اور افسر بھی موجود ہیں جو اپنے فرض کی ادائیگی میں جان جوکھوں میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے لیکن اس محکمہ میں کالی بھیڑوں کی بھی کمی نہیں۔

ان حالات میں پولیس فورس میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ پولیس اہلکاروں کی تنخواہوں میں معقول حد تک اضافہ کیا جائے تاکہ انہیں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہ پڑے اور دیگر سہولیات کے علاوہ جدید ترین اسلحہ بھی پولیس کیلئے ضروری ہے۔ تاہم خصوصی طور پر اس امر کی ضرورت ہے کہ پولیس میں بھرتی کے وقت ان کی تعلیم اور اخلاقی معیار کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

نعت شریف

سلطان فاروقی

بعد از خدائے کون و مکاں آپ ہی تو ہیں
انسانیت کی روحِ رواں آپ ہی تو ہیں

ختم الرسل بھی آپ ہیں، دانائے کل بھی آپ
درویش اور شاہِ زماں آپ ہی تو ہیں

عشق خدا کا جزو ہے عشق رسول بھی
مومن کی دھڑکنوں میں نہاں آپ ہی تو ہیں

دربارِ جبر و ظلم میں، اک بے گناہ کے
رکھ دی ہے جس نے منہ میں زباں آپ ہی تو ہیں

آقا غلام و ملک و وطن رنگ و نسل کے
جس نے مٹائے نقش بتاں آپ ہی تو ہیں

شاہ و گدا کو جس نے بغلگیر کر دیا
میزانِ عدل و امن و اماں آپ ہی تو ہیں

مکہ کا اک یتیم خدا کا بنا کلیم
پہنچے کہاں سے چل کے کہاں، آپ ہی تو ہیں

سلطانؔ جس کے واسطے ہے دل کی سیپ میں
گوہر عقیدتوں کا نہاں، آپ ہی تو ہی

گزشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَیْشِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

اس باب میں حضور ﷺ کی زندگی مبارک بسر کرنے کا ذکر ہے۔

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حل لغات عَیْشِ: قاموس میں ہے عیش عبارت ہے حیات اور طعام سے، اس کے معنی عمدہ طریق سے رہنا، زندگی بسر کرنا، ایک خاص طریقہ پر زندگی گزارنا، اس کا مصدر عَیْشٌ، مَعَاشًا اور مَعِیْشَتًا آتا ہے۔

تشریح صاحبِ شمائل شریف (یعنی اس کتاب) نے اس عنوان کے تحت دوبارہ یہ باب باندھا ہے۔ ایک تو اس مقام پر اور دوسری جگہ "باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم" کے بعد ذکر کیا ہے۔ اس باب میں نو احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں حضور ﷺ کے غذا تناول فرمانے کا بیان ہے اور اس مقام پر حضور پاک ﷺ کی زندگی گزارنے کا مختصر سا تذکرہ ہے، جو کہ آنجناب ﷺ کی ریاضت

اور فقر اختیاری پر مشتمل ہے۔ نیز اس باب میں دو احادیث کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۱/۶۹ حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قَالَ کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ کَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِیْ اَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ یَتَمَخَّطُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فِی الْکَتَّانِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَ اِنِّیْ لَاَخِرُّ فِیْ مَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِیًّا عَلَیَّ فَیَجِیْءُ الْجَائِیْ فَیَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰی عُنُقِیْ یَرٰی اَنَّ بِیْ جُنُوْنًا وَ مَا بِیْ جُنُوْنٌ وَ مَا هُوَ اِلَّا الْجُوْعُ

ترجمہ محمد بن سیرین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان پر دو گیروے رنگ کے پھولدار کپڑے تھے۔ یہ دونوں کپڑے کتان یعنی سلکی تھی۔ انہوں نے ان دونوں کپڑوں میں سے ایک کے ساتھ اپنے ناک کو صاف کیا۔ پس فرمایا زہے زہے ابو ہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے البتہ قسم ہے کہ مجھ پر ایسی حالت گزری ہے کہ میں منبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور (ام المومنین) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرہ (مبارکہ) کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا پس جب گزرنے والا مجھ پر گزرتا تو یہ سمجھ کر کہ میں مجنون ہوں میری گردن پاؤں سے دباتا حالانکہ مجھے کسی قسم کا جنون نہ تھا بلکہ میری یہ کیفیت تو انتہائی بھوک کی وجہ سے ہوگئی تھی۔

حل لغات ثَوْبَانِ: کپڑے، تثنیہ ہے اس کی جمع ثِیَاب اور واحد ثوب ہے۔ مُمَشَّقَانِ: سرخ پھول والے، مادہ مِشق ہے جس کے معنی گل سرخ کے ہیں، باب تفعیل سے مفعول ہے، مُنَقَّش بھی اس کے معنی آتے ہیں۔ کَتَّان: سلکی کپڑا، السی کا پودا۔ الْکَتَّان: سبز کاہی۔ تَمَخَّط: ناک جھاڑنا، ناک صاف کرنا۔ بَخٍ بَخٍ: زہے زہے، یہ جملہ فرحیہ ہے۔ لَقَدْ: لام قسمیہ ہے یعنی اللہ جل جلالہ کی قسم ہے۔ اَخِرُّ: صیغہ واحد متکلم ہے، میں گر پڑا تھا، اس کا مصدر خَرًّا ہے، خُرُوْر بھی آتا ہے۔ جُنُوْن: پاگل پن، اندرونی تکلیف، اس کے معنی مرگی کے بھی آتے ہیں۔

تشریح مندرجہ بالا حدیث میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس عسرت وتنگی رزق کے زمانہ کا تذکرہ کیا ہے اور پھر اپنے اس فراخی رزق اور آسودگی کا ذکر کیا کہ مجھ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے بے ہوشی اور بے حسی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور مجھ پر گزرنے والے یوں سمجھتے کہ گویا مجھے مرگی کا مرض لاحق ہو گیا اور اب آسودگی اور فراخی کا یہ حال ہے کہ کتان کے قیمتی کپڑوں سے میں ناک صاف کرتا ہوں۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد "میں منبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور (ام المومنین) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرہ (مبارکہ) کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا" شارحین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ورفت اسی مقام پر تھی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کمال درجہ کی رحمت اور شفقت فرماتے تھے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ حضور مومنوں پر رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ اور منبر شریف کے درمیان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں بھوکا پڑا ہوا دیکھتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود بنفس نفیس زندگی مبارک اسی طرح عسرت کی تھی۔ اگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فراخی ہوتی تو کبھی بھی جناب ابو ہریرہ کو اس حالت میں نہ رہنے دیتے۔ حضرت علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وانما ذکر ھا الحدیث فی باب عیشه صلی الله علیه واله وسلم لانه دل علی ضیق عیشه صلی الله علیه واله وسلم بواسطة ان کمال کرمه و رافته یوجب انه لو کان عنده شی لما ترک ابا هریرة جائعا حتی وصل به الحال الی سقوطه من شدة الجوع (المواهب اللدنیه صفحه ۵۸)

جناب شارح شمائل قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی شرح حلاوۃ المتعلمین میں تحریر فرماتے ہیں:

تعلق ایں حدیث بعنوان باب آنست کہ افتادن ابو ہریرہ از سبب گرسنگی پیش در خانہ حضرت و پیش منبر دائما آمد ورفت حضرت در انجا بود، دلالت دارد بر ضیق وتنگی معاشِ حضرت، زیرا کہ مقتضی کمال کرم وشفقت او بر صحابہ آں بود کہ اگر آں سرور وسعت معاش بودے ابو ہریرہ را

بایں حال نگذاشتے البتہ بروئے انفاق وایثارمی کردے۔"

حضرت الامام المحدث الشیخ عبدالروٴف المناوی المصری (المتوفی ۱۰۰۳ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

و قد جمع الله لحبيبه بين مقام الفقير الصابر و الغنى الشاكر على اتم الوجوه فكان سيد الفقراء الصابرين و الاغنياء الشاكرين

"اور یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو وہ مقامِ رفیع انتہائی کمال وجوہ کے ساتھ عطا فرمایا تھا جو کہ ایک صبر کرنے والے فقیر اور شکر ادا کرنے والے غنی کو نصیب ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ سید الفقراء الصابرین اور سید الاغنیاء الشاکرین تھے۔"

نیز فرمایا

فحصل له من الصبر على الفقر ما لم يحصل لاحد سواه من الشكر على الغنى مالم يقدر عليه غيره --- الخ

اسی لئے آنحضور ﷺ کو یہ مقام حاصل ہو گیا جو حالت فقر میں صبر کرتے ہوئے دوسرا کوئی بھی حاصل نہ کر سکا اور حالتِ غنا میں شکر ادا کرنے والے کی حیثیت سے سوائے حضور ﷺ کے کوئی دوسرا قدرت نہ پا سکا۔

ارشاد ہے "بخ بخ" یعنی زہے زہے۔ یہ جملہ فرح اور خوشحالی کے وقت کہا جاتا ہے اور تکرار، نشاط یعنی خوشی کیلئے ہے۔ اس میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے یعنی واہ واہ، سبحان اللہ!

ارشاد ہے "میری گردن پاؤں سے دباتا" عرب میں یہ بات کہی جاتی کہ جب کسی مرگی والے کو مرگی کا دورہ پڑتا تو اس کی گردن کے اعصاب کو زور زور سے دباتے تو آرام آجاتا چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲/۷ حدثنا قتيبة حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن مالك بن

دینار قَالَ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَفَفٍ قَالَ مَالِکٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ مَا الضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ یَّتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ

ترجمہ مالک بن دینار سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے (ہرگز) روٹی اور نہ ہی گوشت شکم سیر ہوکر اکیلے (نہیں) کھایا مگر لوگوں کے ساتھ۔ مالک نے کہا کہ میں نے ایک دیہاتی سے ضَفَف کے معنی پوچھے تو اس نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کے ساتھ مل کر تناول کرنا۔

حل لغات شَبِعَ: سیر ہونا، پیٹ بھر کر کھانا۔ قَطُّ: ہرگز۔ خُبْز: روٹی۔ ضَفَف: لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا، بعض نے کہا ضَفَفْ یہ ہے کہ کھانا کھانے والوں کے برابر ہو۔

تشریح اس حدیث میں صحابی کا ذکر نہیں ہے اور مالک بن دینار تابعی ہے جو کہ روایت کر رہا ہے لہٰذا یہ حدیثِ مرسل ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ جہاں پر بھی حضور ﷺ کے پیٹ بھر کر کھانے کا ذکر ہے اس سے مراد اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا تناول فرماتے۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں

المراد بالاشبع لہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکلہ مل ء ثلثی بطنہ فانہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لم یاکل مل ء البطن قط

حضرت محمد عاقل صاحب فرماتے ہیں

''حاصل آنست کہ طعام تنہا نمی خورد بلکہ با مردم می خورد''

یعنی اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ حضور پاک ﷺ اکیلے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے بلکہ تمام حضرات کے ساتھ کھانا نوش فرماتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ عَیْشِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پورا ہوگیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ مَا جَآءَ فِیۡ خُفِّ رَسُوۡلِ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

یہ باب حضور سید الکائنات ﷺ کے موزہ کے بیان میں ہے۔

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حل لغات خُف کے معروف معنیٰ وھو ما یستر الرجل الی الکعبین یعنی ٹخنوں سمیت پاؤں کو ڈھانپنا ہیں اور اس کی جمع خفاف آتی ہے۔

تشریح اس باب میں حضور سراپا نور، شفیع الامم، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت سیدنا و مولانا و ملجانا و ماوانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے موزے پہننا، موزہ پہننے کے بعد ان پر مسح کرنا اور پہننے سے پہلے ان کو جھاڑنے کا بیان ہے۔

جناب رسول کریم ﷺ کے معجزات کے ذکر میں طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ ایک دن حاجت کیلئے جنگل تشریف لے گئے اور وضو کیا

و لبس خفه فجا طائر اخضر فاخذ الخف الآخر فارتفع به ثم القاه فخرج منه اسود سالخ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم هذه كرامة اكرمنی الله بها اللهم انی اعوذبك من شر من يمشی علی بطنه و من شر علی رجليه و من شر من يمشی علی اربع

''اور وضو کرنے کے بعد ایک موزہ پہنا، اسی اثنا میں ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا کر بلند کیا اور الٹ دیا تو اس سے ایک سیاہ سانپ نکلا، پس سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ معجزہ ہے کہ اللہ تبارک و

تعالیٰ نے مجھے اس سے نوازا۔ اے اللہ جل جلالہ میں اس کاٹنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اسکے شر سے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور اسکے شر سے بھی جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔"

ایک دوسری روایت ہے کہ جس میں ابی امامہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے موزے منگوائے۔ ان میں سے ایک پہنا، اسی اثنا ایک کوا آیا اور دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور پھر اسے الٹ دیا تو اس میں سے سانپ نکلا۔ سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ جب تک دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے نہ پہنے۔

حدیث نمبر ۱/۱۷ حدثنا هناد بن السری حدثنا وکیع عن دلهم بن صالح عن حجیر بن عبدالله عن ابن بریدة عن ابیه اَنَّ النَّجَاشِیَّ اَهْدٰی لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خُفَّیْنِ اَسْوَدَیْنِ سَاذَجَیْنِ فَلَبِسَھُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَ مَسَحَ عَلَیْھِمَا

ترجمہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں تحفۃً دو موزے سیاہ رنگ کے بھیجے تھے جو کہ صرف سیاہ رنگ کے ہی تھے۔ پھر ان دونوں کو پیغمبر اسلام ﷺ نے پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا۔

حل لغات سَاذَجَیْنِ. بالکل سادہ سیاہ رنگ کے، یہ تثنیہ ہے اس کا واحد سَاذَج آتا ہے۔ جس کے معنی بغیر نقش ونگار، سادہ، ایک ہی رنگ والا کے ہیں۔ علامہ الیجوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

ولم جدھا فی کتب اللغة ولا رایت المصنفین فی غریب الحدیث ذکروھا

تشریح "نجاشی" ان دنوں حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی، فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے بادشاہ کو عزیز، ترک کے بادشاہ کو خاقان، یمن کے بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ نجاشی کا نام اصحمۃ تھا۔ جن بادشاہوں کو حضور سرور عالم وعالمیان ﷺ نے بذریعہ خطوط اسلام کی دعوت دی تھی یہ بھی ان میں سے ایک تھے۔ ان کی طرف عمرو بن امیۃ الضمری مکتوب مبارک لے کر گئے تھے۔ حضرت علامہ احمد

عبدالجواد الدومی مصری اپنی تالیف الاتحافات الربانیہ بشرح الشمائل المحمدیہ کے صفحہ ۱۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

فاسلم سنة ست علی قول الاکثر و مات

سنة تسع من الهجرة علی ما صرح به العسقلانی

''اکثر علماء کے ارشادات کے مطابق نجاشی ۶ ہجری میں مسلمان ہوا اور ۹ ہجری میں فوت ہوا جیسا کہ علامہ عسقلانی نے تصریح کی ہے۔''

حضرت علامہ الشیخ ابراہیم بن محمد البیجوری ''المواہب اللدنیہ'' صفحہ ۵۹ پر رقمطراز ہیں:

و لما مات اخبرهم النبی صلی الله علیه و اله وسلم

بموته یوم موته و خرج بهم و صلی علیه و صلوا معه

''جس دن نجاشی فوت ہوئے تو حضور سراپا نور، مخبر صادق، عالم ماکان وما یکون حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسی دن اس کی موت کی صحابہ کرام کو خبر دی اور مدینہ مبارک سے باہر تشریف لے جا کر صحابہ کرام کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھائی۔''

یہ حضور پاک ﷺ کے صاحبِ علم غیب ہونے کا عظیم معجزہ ہے ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ علماء احناف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنی اور پڑھانا امام الانبیاء ﷺ کا خاصہ ہے اور کسی کیلئے بھی جائز نہیں جیسا کہ کتبِ فقہ حنفی میں مذکور ہے۔ نجاشی نے یہ موزے ہدیۃً بھیجے تھے اور آنحضور نے ازروئے تالیفِ قلب وتلطف فی المعاملہ کے قبول فرمالئے۔

ارشاد ہے ''پھر ان دونوں کو پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا'' موزوں پر مسح کے متعلق تقریباً تمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احادیث وارد ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک موزوں پر مسح جائز ہے۔ امام ہمام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو مسحِ خفین علامتِ اہل سنت میں داخل ہے۔ فرماتے ہیں و نمسح علی الخفین فی السفر الحضر اور ہم تو موزوں پر سفر وحضر میں مسح کرتے ہیں۔ مقیم کیلئے مسح کی مدت حدث کے وقت سے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کو تین دن اور تین رات یعنی اگر ایک شخص نے ظہر کو وضو کر کے موزے پہنے، اس کے بعد اس کو عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدتِ مسح

عصر کے وقت سے لی جائے گی۔ جو چیز وضو کو توڑنے کا باعث ہے وہی مسح کو بھی توڑتی ہے۔ نیز موزے سے ایک پیر کا نکال لینا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ ہاتھ کی تین انگلی کے برابر موزے پر مسح کرنا فرض ہے۔ اس سے زیادہ فرض نہیں۔ مسح میں نیت وغیرہ نہیں ہے۔ اگر موزہ چھوٹی تین انگلی کے برابر پھٹ جائے اور چلتے وقت یہ تین انگلیاں موزہ سے باہر نکل آئیں مسح جائز نہیں۔ سوت وغیرہ کی جراب پر مسح جائز نہیں۔

حدیث نمبر ۲/۲۷ حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن الحسن بن عیاش عن ابی اسحق عن الشعبی قال قال المغیرة بن شعبة اَهدیٰ دِحیَةُ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُفَّینِ فَلَبِسَهُمَا وَ قَالَ اِسرَائِیلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَ جُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰی تَخَرَّقَا لَا یَدرِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا قال

ابو عیسیٰ هذا هو ابو اسحق الشیبانی و اسمه سلیمان

ترجمہ مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ دحیہ (کلبی) نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں دو موزے تحفۃً پیش کیے۔ آنجناب ﷺ نے ان دونوں کو پہنا۔ نیز اسرائیل جابر سے اور جابر عامر سے روایت کرتے ہیں کہ موزوں کے علاوہ جبہ بھی تھا۔ حضور سرور عالم و عالمیان ﷺ نے ان کو پہنا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پھٹ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ دونوں موزے مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے، ابو عیسیٰ نے کہا کہ یہ ابو اسحق شیبانی ہے اور اس کا نام سلیمان ہے۔

حل لغات تَخَرَّقَا: وہ دونوں موزے پھٹ گئے، خَرْق مصدر ہے جسکے معنی پھٹ جانا کے ہیں۔

تشریح جناب دحیہ کلبی حضور سراپا نور ﷺ کے مشہور و معروف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک معروف بزرگ صحابی ہیں۔ آپ بنی کلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جناب دحیہ کلبی کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام بسا اوقات انہی کی شکل میں حضور سرور عالم و عالمیان ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر

ہوتے۔ سوائے غزوۂ بدر کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ارشاد ہے ''حضور نبی کریم ﷺ نے یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ دونوں موزے مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے'' علماء احناف کے نزدیک دباغت کے بعد مذبوح یا غیر مذبوح جانور کی کھال کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کافی احادیث سے ثابت ہے۔ ان میں ایک روایت ہے: ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ ابن عباس سے اور انہوں نے میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں ہماری ایک آزاد کردہ لونڈی کو کسی نے بکری صدقہ میں دی، وہ بکری مرگئی۔ حضور ﷺ اس پر گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کو کیوں دباغت نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول علیک الصلوٰۃ والسلام وہ مردہ ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کا تو کھانا حرام کیا گیا ہے نہ کہ کھال کا دباغت کرنا۔ (نورالہدایہ، شرح وقایہ صفحہ ۴۸)

صاحبِ ترمذی ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ''ابواسحاق الشیبانی ہے اور اس کا نام سلیمان ہے'' یعنی یہ صاحب ابواسحاق السبیعی نہیں ہیں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ پورا ہوگیا۔

(جاری ہے)

سچا راہ محمد والا

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

اندر وچ نماز اساڈی، ہکسے جا نتیوے ہُو
نال قیام رکوع سجودے، کر تکرار پڑھیوے ہُو

ایہہ دل ہجر فراقوں سڑیا، ایہہ دم مرے نہ جیوے ہُو
سچا راہ محمد والا، جیں وچ رب لبھیوے ہُو

درسِ سوم

دِرَاسَاتُ الْحَسَنِیَّہ

شانِ اولیاء کرام

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سیدنا محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ج (۶۲)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ط (۶۳) لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

وَفِی الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللہِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط (یونس: ۶۴)

ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ جل جلالہ کی توفیق اور پیارے محبوب ﷺ کی امداد کے ساتھ آج قرآن حکیم کا یہ تیسرا درس مبارک ہے۔ پہلا درس مبارک صفر الخیر میں دیا گیا جس میں "قرآن مجید کی شان" قرآن حکیم کی آیات سے بیان کی گئی۔ دوسرے درس مبارک میں "شانِ محمدی ﷺ" قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی

میں بیان کی گئی اور اس ماہ کی مناسبت سے میں نے عرض کیا تھا کہ ان شاء اللہ ''شانِ اولیاء کرام'' قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیان کی جائے گی۔

چونکہ یہ ماہ ربیع الثانی اللہ جل جلالہ کے برگزیدہ ولی کامل غوثِ اعظم قطب ربانی، محبوب سبحانی، قندیلِ نورانی، ہیکلِ یزدانی، شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی ؒ کی وفات کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں لوگ آپ کے ایصالِ ثواب کیلئے انتہائی اہتمام کرتے ہیں اور یہ نسبت صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ ولی کامل تھے۔ چنانچہ اسی نسبت کی وجہ سے میں نے یہ سوچا اور احباب نے بھی یہی مشورہ دیا کہ قرآن مجید کی آیتوں سے مقامِ اولیاء بیان کیا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہم جو یہ ولی ولی کہتے ہیں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس ولی کا مقام کیا ہے؟

آج ان شاء اللہ اسی ضمن میں آپ کے سامنے چند آیات بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے کی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ قرآن مجید مومن کی شان ہے، قرآن مجید مومن کا ایمان ہے، قرآن مجید مومن کی پوری زندگی ہے، بشرطیکہ مومن سمجھے کہ میں مومن ہوں۔

آپ غور فرمایئے! اصطلاحِ قرآن میں ایک مومن ہوتا ہے اور ایک منافق حالانکہ منافق بھی اپنے آپ کو مومن اور مسلمان کہتا ہے۔ اب تمیز کیسے ہوگی؟ آپ کیسے پہچانیں گے کہ یہ مومن ہے اور یہ منافق! کس طرح معلوم ہوگا کہ منافق کون ہے اور مومن کون ہے؟

قرآن حکیم نے اس کی پہچان کا یہ طریقہ بتایا کہ تم دیکھو کہ یہ انسان جو تمہارے سامنے کھڑا ہے--- عقل والا، تمیز والا، آنکھوں والا، صحت والا، علم والا، جاننے والا--- پیارے محبوب ﷺ کو دل سے مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ یہ اسلام کا دعویٰ کرنے والا اگر دل سے حضور ﷺ کو مانتا ہے تو مومن ہے، اگر دل سے نہیں مانتا تو مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ آج کل جو بھی آتا ہے ہمارے سامنے قرآن لے کر آتا ہے۔ مگر ہم نے دیکھنا یہ ہے میرے دوستو! کہ جو شخص قرآن پڑھ رہا ہے کیا اس کا دل بھی اسے مانتا ہے کہ نہیں۔ جب دل سے مانے گا تب سچا مومن کہلائے گا بصورت دیگر وہ منافق کہلائے گا۔

منافق بھی قرآن پڑھتے تھے، حضور ﷺ کے پیچھے نماز بھی پڑھتے تھے، حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھتے تھے مگر اللہ جل جلالہ فرماتا ہے "پیارے محبوب ﷺ یہ آپ کو دیکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے۔ فرمایا۔

اِذَا جَآءَ کَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (المنفقون: ۱)

ترجمہ: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اسکے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (کنزالایمان)

اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں چونکہ منافق اپنے اس قول میں سچے نہیں اور وہ اس بات کا اقرار دل سے نہیں کر رہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے اس دعوٰی کی تردید ان الفاظ میں فرماتا ہے وَاللّٰهُ یَشْهَدُ میں شہادت دیتا ہوں اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ بے شک یہ منافق جھوٹے ہیں۔

چونکہ دلوں کے بھید جاننے والا وہی ہے لہٰذا آج قرآن مجید کو پڑھنے اور سمجھنے کیلئے مومن کی عینک چاہئے، منافق کی نہیں، جو منافق کی عینک لگا کر قرآن کریم پڑھے گا وہ حضور ﷺ اور قرآن کو نہیں سمجھ سکے گا۔

اسی طرح اولیاء کرام کی شان وعظمت کو جب قرآن مجید واحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا جائے تب پتہ چلے گا کہ ولی کون ہے، ولی کیا کر سکتا ہے، ولی کا مقام کیا ہے، کس کو ہم ولی کہہ سکتے ہیں؟ کیونکہ اللہ جل جلالہ نے قرآن کے اندر منافقوں کے دوست بھی بیان کئے اور ان کا نام بھی اولیاء رکھا۔ اسی طرح کافروں کے دوستوں کا بھی ذکر کیا اور انکا نام بھی اولیاء رکھا فرمایا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ (النساء ۷۶) اَوْلِیٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ (البقرہ: ۲۵۷) شیطانوں کے دوست، کافروں کے دوست۔

اور قرآن حکیم نے یہ بھی بتایا کہ ان کے کرتوت کیا ہیں اور اولیاء کے اعمال وافعال کا ذکر بھی قرآن نے کیا ہے۔ چنانچہ ان کی تمیز اور پہچان جب قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کی جائے گی تب معلوم ہوگا کہ اولیاء کرام کی شان کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ : ۲۵۷) اللہ جل جلالہ ولی ہے مومنوں کا۔ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھیں! ایک ہوتا ہے ''ولی اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ولی۔ ولی کے معنی ہیں دوست، مددگار، کارساز، کسی کام پر مقرر کیا جانے والا، جس کو ہم اپنی اصطلاح میں متولی کہتے ہیں، مسجد کی دیکھ بھال کی ذمہ داری جس شخص کے سپرد ہوتی ہے اسے متولی کہتے ہیں۔ یہ سب ولی کے معنی ہیں، اور ولی کی جمع اولیاء ہے۔

اور ایک وہ ہوتا ہے ''جس کا ولی خدا ہوتا'' ہے، غور فرمائیے بات پر۔ ولی کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک ہوتا ہے ''ولی اللہ'' اور ایک وہ ہوتا ہے ''جس کا ولی خدا'' ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ جو اولیاء اللہ ہیں وہ دعائیں مانگ کر، عاجزی کر کے، سجدے کر کے، رو رو کر، اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرضداشتیں پیش کرتے ہیں اور حاجت براری کراتے ہیں۔ لیکن وہ جن کا ولی خدا ہوتا ہے ان کا ارادہ تقدیر کو بدل دیتا ہے۔ ہاں، اب دیکھیں کہ ولی اللہ میں اور ''جن کا ولی خدا ہے'' میں کتنا فرق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے، غور فرمائیے!

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس : ۶۲)

ترجمہ: آگاہ رہو! بے شک اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے نہ حزن ہے۔

اَلَآ حرفِ تنبیہ ہے اس کے معنی ہیں آگاہ ہو جاؤ، بیدار ہو جاؤ، کان کھول کر سن لو اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ بیشک اللہ کے دوست، اللہ کے فرمان بردار لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ ان پر کوئی خوف نہیں، ڈر نہیں ہے۔ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ ان کے دل پر حزن ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں فرمائی ہیں: ایک ہے خوف اور ایک ہے حزن۔ اب خوف اور حزن میں کیا فرق ہے؟ غور فرمائیں! اپنی جان کی طرف سے جو ڈر پیدا ہوتا ہے اسے خوف کہتے ہیں۔ جیسے مجھے سانپ ڈس جائے گا --- خوف ہے نا! مجھے دشمن گولی مار دے گا، میں دروازے سے باہر نہیں نکلتا --- یہ اپنی جان کا خوف ہے۔ اللہ جل شانہ اس آیہ مبارکہ میں اپنے اولیاء کرام کی شان بیان فرما رہا ہے کہ یہ جو اولیاء اللہ ہیں ان کیلئے یہ خوف نہیں ہے --- اللہ اکبر!

میرے استاذِ محترم حضرت حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قبر کے عذاب کا ڈر ان کیلئے نہیں ہے، قیامت کے دن اٹھنے کا ڈر انہیں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا ڈر انہیں نہیں ہے، یہ خدا کی نعمتوں سے مالا مال سیدھے جنت میں جائیں گے۔

اب خوف کے معنی قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ آپ مقامِ نبوت پر بھی غور فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا اسی لئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کی، یا موسیٰ عصاء ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (۱۹) فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (طٰہٰ: ۲۰)

ترجمہ: فرمایا اسے ڈال دے اے موسیٰ تو موسیٰ نے ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہوگیا (کنزالایمان)

اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ پھینک دے اس کو۔ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى تو آپ نے اپنا عصاء زمین پر پھینکا پس اچانک دیکھا کہ وہ (پھنکارتا ہوا) دوڑتا ہوا اژدھا تھا۔ اب غور فرمایئے! وہ لوگ جو معجزہ اور کرامت کے منکر ہیں، قرآن مجید کی اس آیت کے منکر ہوگئے۔ قرآن مجید کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے لکڑی کو اپنی قدرت سے اژدھا کی شکل میں بدل دیا۔ کیا اللہ تعالیٰ اب اس بات پر قادر نہیں ہے کہ کسی ولی سے کوئی کرامت صادر فرمادے۔ کرامت کا انکار درحقیقت اللہ جل جلالہ کی قدرت کا انکار ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے عصاء کو دیکھا کہ وہ اژدھے کی صورت اختیار کر چکا ہے تو آپ پیچھے مڑے یہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (طٰہٰ: ۲۱)۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ اپنی جان کا خوف دامن گیر تھا اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے لا تخف فرمایا۔ دوسری بات جس کا ذکر کیا گیا تھا وہ ہے حزن، فرمایا: وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر حزن ہے۔ دوسروں کے دکھ درد پر غم کا جو احساس دل میں پیدا ہوتا ہے اسے عربی میں حزن کہتے ہیں۔ ایک شخص آتا ہے، آپ کو کہتا ہے کہ فلاں شخص فوت ہوگیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ کے دل میں غم کا ایک احساس پیدا ہوتا

ہے، اس احساس کا نام حزن ہے۔ اطلاع آتی ہے فلاں جگہ آگ لگ گئی ہے، بہت کچھ جل گیا ہے۔ اس جلنے اور نقصان کی وجہ سے آپ کے دل کے اندر جو فکر وغم واندوہ کے احساسات پیدا ہوتے ہیں ان کا نام حزن ہے۔ یعنی حزن کا تعلق دوسرے کے دکھ درد اور غم سے ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: جو میرا ولی ہے اسے نہ اپنی جان کا ڈر ہے اور نہ ان لوگوں کا حزن جو اس کے ساتھ مل گئے۔ جنہوں نے اولیاء کا دامن پکڑلیا، اللہ تعالیٰ ان کا بھی بیڑا پار کرے گا۔

کچھ لوگ ذکر کی محفل میں بیٹھے ذکر الٰہی کر رہے تھے۔ چند صاحب باہر سے آئے وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، وہ ذکر تو نہیں کر رہے تھے چپ چاپ بیٹھے سن رہے تھے۔ پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا لا یشقی جلیسھم (رواہ البخاری) یعنی یہ جو چپ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ جل جلالہ انہیں بھی بد بخت نہیں کرے گا۔ ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کے دامن سے وابستہ ہونے والے، ان کی صحبت میں شامل ہونے والے بھی بامراد ہوں گے۔ اب حزن کے معنی قرآن کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔

ہجرت کی رات جب پیارے محبوب ﷺ نے جناب امام اولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سلا دیا اور خود جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف نکلے اور پہاڑ کی چوٹی پر غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ یاد رکھو! غار ایک اور بھی ہے جسے غارِ حرا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان کی زیارت نصیب فرمائے---آمین!

غارِ حرا وہ ہے جہاں حضور نبی کریم ﷺ عبادت کرتے تھے اور وہاں سے کعبۃ اللہ نظر آتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ وہاں بیٹھ کر کعبۃ اللہ کی زیارت بھی کیا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرات صوفیاء کرام نے ایک بڑا لطیف نکتہ بیان فرمایا کہ جب مسجدِ نبوی جاؤ تو ایسے مقام پر بیٹھو جہاں سے گنبدِ خضریٰ نظر آئے۔ یہ عاشقوں کی باتیں ہیں، عاشقوں کی اور ہی باتیں ہوتی ہیں---اللہ اکبر!

اب غارِ ثور میں کون تھے؟ ایک حضور ﷺ تھے اور دوسرے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اللہ تعالیٰ نے عنکبوت (مکڑی) کو حکم دیا کہ جالا تان دے اور کبوتروں کو حکم فرمایا کہ وہ انڈے دے دیں۔ غور فرمائیں! قدم قدم پر معجزہ اور کرامت کا ظہور ہو رہا ہے۔ کافر، آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے غارِ

ثور کے دہانے تک پہنچ گئے، باہر سے غار کے منہ کو دیکھا تو کہنے لگے یہاں تو عنکبوت نے جالا تنا ہوا ہے اور کبوتر غٹر غوں غٹر غوں کر رہے ہیں، اس کے اندر انسان کیسے جاسکتا ہے۔ کفار غار کے باہر کھڑے آپس میں یہ باتیں کر رہے ہیں اور غار کے اندر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کہتے ہیں اگر ان ظالموں نے اب دیکھ لیا تو پتہ نہیں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ قرآن مجید وہ نقشہ یوں کھینچتا ہے، غور فرمایئے الفاظ مبارکہ پر!

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ: ۴۰)

ترجمہ: صرف دو جان سے جب وہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

دونوں میں سے ایک نے جو اس غار میں موجود تھے اب ایک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور دوسرے جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ --- اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ --- جبکہ فرمایا اپنے صحابی کو، صاحب کے معنی ہیں ساتھی، دوست، یار۔ قرآن مجید میں صرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابی کے نام سے یاد فرمایا گیا۔ لہٰذا ہمارے اہل سنت و جماعت کے علماء اور صوفیاء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ جو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، وہ قرآن کا انکار کرتا ہے --- سبحان اللہ کیا مقام ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا۔

لَا تَحْزَنْ اے صدیق اے میرے ساتھی! غم نہ کر، حزن نہ کر۔ کیوں غم نہ کھا اس لئے کہ میرا اور تیرا غمخوار موجود ہے، میری اور تیری پناہ کی جگہ موجود ہے، میرا اور تیرا حفاظت کرنے والا موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی فکر نہیں تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ اسی لئے یہاں لا تخف نہیں بلکہ لَا تَحْزَنْ فرمایا --- کیا مقام صدیقیت ہے۔

اب مقام صدیقیت پر غور فرمائیں! قرآن حکیم نے ہر چیز واضح طور پر بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا --- بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ یہاں جمع کا صیغہ آیا ہے، معیت ہے، معیت ذاتی ہے، معیت قرب ہے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ بات یہاں سے چلی تھی کہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس: ۶۲)

ترجمہ: یہ جو اولیاء اللہ ہیں، ان پر کوئی خوف نہیں نہ ان کیلئے حزن ہے۔

یہ مقام ہے ولایت کا، قرآن مجید کی روشنی میں قرآن مجید کے الفاظ میں --- اپنی طرف سے نہیں۔ آج کل یہ دنیا جو ولایت کی منکر ہوگئی ہے یہ صرف لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ ان لوگوں کا بھی قصور نہیں بیچارے بے علم ہیں۔ اسی لئے مقامِ ولایت سے بے خبر ہیں، اسے نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ان کو علم نصیب فرمادے تاکہ وہ اس مقام کو سمجھ سکیں۔ اچھا! یہ تو ہیں اولیاء اللہ --- اور وہ کہ ''جن کا ولی خدا ہے'' ان کا پھر کیا مقام ہے۔ اللہ جل جلالہ ان کی شان میں بیان فرماتا ہے، آپ غور فرمایئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا

وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ: ۳۰)

ترجمہ: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (ترجمہ از کنزالایمان)

اِنَّ بیشک، اَلَّذِیْنَ وہ لوگ، قَالُوْا جنہوں نے کہا، رَبُّنَا رب ہمارا اللہ۔ یعنی بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے --- صرف یہ بات نہیں کہی کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے بلکہ قرآن مجید آگے فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اپنے اس کہے پر جم گئے۔

اصل بات اب بیان فرمائی --- استقامت اختیار کی یعنی رازق ہمارا اللہ ہے، کسی اور کو رازق نہیں کہتے۔ مالک ہمارا اللہ ہے، کسی اور کو مالک نہیں کہتے۔ خالق ہمارا اللہ ہے کسی اور کو خالق نہیں بناتے۔ بیماریوں کو دور کرنے والا اللہ ہے کسی اور کو بیماری دور کرنے والا نہیں کہتے۔ آرزوؤں، خواہشوں کو پورا کرنے والا اور مرادوں کو بھر لانے والا اللہ جل جلالہ ہے، کسی اور کو ایسا نہیں سمجھتے۔ دل کے اندر سوائے اللہ جل جلالہ کی عظمت کے، سوائے اللہ جل جلالہ کی کبریائی کے، سوائے اللہ جل جلالہ کی بڑائی کے، سوائے اللہ جل جلالہ کے صاحبِ اختیار، صاحبِ قوت، اور صاحبِ طاقت ہونے کے کسی اور کو جگہ نہیں دی، نفع

اور نقصان کا مالک اللہ جل جلالہ کو سمجھا --- اللہ اکبر!

استقامت کے اس مقامِ بلند کو سمجھانے کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ولی کامل کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ غور فرمائیں سیدنا غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی قندیل نورانی، ہیکل یزدانی، شہباز لامکانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور عرض کی یا حضور! آپ کا جو کپڑے کا جہاز آ رہا تھا، دجلہ میں ڈوب گیا۔ آپ نے اپنے دل کی طرف توجہ کی اور چند لمحوں تک اپنی قلبی کیفیت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا الحمد للہ۔

کیا مقامِ توحید ہے --- آج بد بخت کہتے ہیں کہ اولیاء مقامِ توحید کو نہیں سمجھتے۔ اولیاء مقامِ توحید بیان نہیں کرتے --- اولیاء کے مقامِ توحید کو ملاحظہ فرمایا۔ یہ ہے مقامِ توحید، اتنے بڑے نقصان کی خبر پانے کے بعد بھی اللہ کا ولی اللہ رب العزت کی حمد بیان فرما رہا ہے --- سبحان اللہ!

کچھ دن کے بعد پھر وہی شخص جو جہاز کے ڈوبنے کی خبر لایا تھا آتا ہے جناب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں اور عرض کرتا ہے یا سید! جس جہاز کے ڈوبنے کی خبر آئی تھی وہ ڈوبا نہیں، طوفان سے بچ گیا ہے اور کنارے لگ گیا ہے۔ آپ نے پھر کچھ دیر کیلئے اپنے قلب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا الحمد للہ۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی مجلس میں جب کہ جہاز ڈوبنے کی خبر آئی اور دوسری مجلس میں جب بچ نکلنے کی اطلاع آئی دونوں میں حاضر تھے۔ عرض کرتے ہیں اے والد محترم! جب جہاز ڈوبا تو آپ نے الحمد للہ فرمایا اور جب نکلا تب بھی آپ نے الحمد للہ فرمایا۔ بچ نکلنے پر تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر یہ بجا ہے کہ اس نے نقصان سے بچایا مگر نقصان پر بھی آپ نے اللہ جل جلالہ کی حمد بیان فرمائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یا ولدی اے میرے پیارے بیٹے "میں نے ڈوبنے یا نکلنے پر الحمد للہ نہیں کہا بلکہ میں نے تو اپنے قلب کی کیفیت پر کہ جب جہاز ڈوبا تو مجھے اس نقصان پر صدمہ نہیں ہوا۔ چنانچہ میں نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میرے دل میں مال کی محبت نہیں ہے اور جب جہاز نکل آیا تو میرے دل کو فرحت اور خوشی محسوس نہیں ہوئی اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔"

یہ کیفیت ہے توحید جاننے والوں کی، اب قرآن کو سمجھا تو اولیاء اللہ نے۔ ان کی آنکھوں، دل و دماغ اور رگ و ریشے میں اللہ تعالیٰ کا نور بس رہا ہے۔ ایسے میں جب وہ دیکھتے ہیں تو خدا کے نور سے دیکھتے ہیں۔ جب پکڑتے ہیں تو خدا کی طاقت سے پکڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں وہ اتنے محو ہیں، اتنے مستغرق ہیں کہ انہیں کوئی اور چیز دکھائی ہی نہیں دیتی۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا ظاہر بھی خدا، ان کا باطن بھی خدا، ان کے آگے بھی اللہ، ان کے پیچھے بھی یادِ الٰہی، اس کے دائیں بھی اللہ اور اس کے بائیں بھی اللہ تعالیٰ کا نور۔ جب وہ چلتا ہے تو اللہ کے نور میں چلتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، سوچتا ہے تو اللہ کے نور سے سوچتا ہے۔

یہ کیا ہے؟ یہ مقامِ ولایت ہے پھر اس مقام پر اسے کیا نصیب ہوتا ہے۔ کیا انعام ملتا ہے؟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اللہ جل جلالہ ان پر فرشتے اتارتا ہے اور وہ فرشتے ان کو بشارت دیتے ہیں کہ تم پر کوئی خوف نہیں، تم پر کوئی حزن نہیں۔ اور آگے فرمایا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اور خوشخبری ہے تمہارے لئے جنت کی جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ پھر فرمایا! اللہ تبارک وتعالیٰ نے

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ج وَ لَكُمْ

فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم السجدہ ۳۱)

ترجمہ: ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں (ہے) جو مانگو۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ ہم تمہارے ولی ہیں --- نَحْنُ: ہم۔ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ: تمہارے ولی ہیں۔ اب غور کرو! کہ اس کا مقام کیا ہے؟ ولی اللہ کا مقام تو یہ ہے کہ وہ دعائیں کرے تو تقدیر بدل جائے، دعائیں کرے تو بیمار اچھے ہو جائیں، دعائیں کرے تو رزق فراخ ہو جائے، دعائیں کرے تو تین آدمی کا کھانا پانچ ہزار کھا لیں یعنی وہاں تو دعا کی بدولت کام ہو رہے ہیں لیکن وہ جن کا ولی خدا ہے ان کا کیا مقام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس دنیا میں اور آخرت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تمہارا نفس خواہش کرے

اور تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم طلب کرو۔ اب یہاں ہاتھ اٹھانے کی بھی زحمت نہیں، دعا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، ادھر دل میں خیال آیا ادھر کام ہوگیا۔

میرے استاذِ محترم حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کا ولی خدا ہے ایسے ولی کے دل میں خیال آتا ہے کہ یا اللہ میرے مرید جہنم میں نہ جائیں تو نہیں جائیں گے۔ وہاں جو کچھ دعا سے ہوتا ہے یہاں صرف ارادے سے ہوجاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کے امام۔ صرف امام ہی نہیں بلکہ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔۔۔ کتنا بڑا مقام ہے آپ کا۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں: حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ محمد سعید ان دونوں صاحبزادوں کو لاہور کے ایک بہت بڑے عالم حدیث مولانا محمد طاہر صاحب کی خدمت میں علم حدیث کے حصول کیلئے بھیجا۔

چنانچہ رمضان المبارک کے مہینے میں جب چھٹیاں ہوئیں اور صاحبزادے گھر روانہ ہونے لگے تو استاد نے کہا "اپنے والد محترم کو میری طرف سے عرض کرنا کہ میرے لئے دعا کریں۔" غور کیجئے بات پر کہا "میری طرف سے عرض کرنا کہ میرے لئے دعا کریں۔"

دونوں صاحبزادے جب گھر واپس آئے اور والد سے ملے تو عرض کرتے ہیں کہ استاد نے عرض کی ہے کہ "میرے لئے دعا کریں" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھائے اور پھر گرادیئے اور بیٹوں کو کہا کہ تمہارا یہ استاد جو بہت بڑا عالم ہے میں نے دیکھا ہے کہ یہ خدا کے نزدیک بدبخت ہے۔ یہ سن کر دونوں بیٹے والد سے چمٹ گئے اور رو رو کر عرض کرنے لگے کہ ہمارے استاد کیلئے دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ ان کے اوپر رحم فرمائے، آپ نے پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا میں نے لوح محفوظ میں دیکھا ہے کہ تمہارا استاد بدبخت ہے۔

غور کرو اب ولی کے مقام پر! دیکھا ہے اب ولی کا مقام کیا ہے۔ ولی کا مقام یہ ہے کہ ولی کی آنکھیں لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہیں۔ اسی لئے تو سرکارِ بغداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری آنکھیں لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہیں۔ (باقی صفحہ نمبر ۳۵ پر ملاحظہ فرمایئے)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طاہر لاہوری

جمالِ کون و مکاں تیرے حسن کی آیات
تیرے وجود کی طلعت ضیاءِ مہر حیات

تیرے نفس کی صدا کاشف غم حالات
تیری نگاہ کی جنبش شکست لات و منات

تیرے قدم سے مدینہ کی خاک ہے اکسیر
تیری نمود سے روشن ہے کائناتِ حیات

سمندروں کی سی وسعت فرازِ موج میں ہے
تیرے کرم کے زمانے میں بہہ رہے ہیں فرات

اسی سے درد کی دولت کا راز مجھ کو ملا
تیرے کرم کے خزانے سے جو ملی خیرات

تیرے حضور ندامت سے جھک رہی ہے نظر
تڑپتے اشکوں میں ہیں شوقِ دید کے جذبات

جہاں جہاں میرے آقا کا نام روشن ہے
وہیں وہیں پہ برستی ہے نور کی برسات

ہے تیرے در کے گداؤں میں ایک طاہرؔ بھی
ہیں شوقِ دید میں گم جس غریب کے دن رات

قسط نمبر ۶

روحِ اسلام (تصوف)

حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ

بنیادی بات یہ ہے کہ روحانی اور ایمانی فائدہ اہم ہے یا مادی اور دنیاوی فائدہ۔ خدا کی خوشنودی اہم ہے یا نفس اور لوگوں کی خوشنودی۔ خدا کا خوف ہے یا مخلوق کا خوف کیونکہ زیادہ امیر بننے کی خواہش معاشرہ میں مقام بنانے کیلئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کی بڑائی کا معیار اس کا قیمتی لباس، دولت کا انبار اور جائیداد کا حصار ہے نہ کہ انسانیت، شرافت، بزرگی، تقویٰ یعنی کردار اور خدا خوفی۔ اخروی نجات اور قرب خداوندی، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ شروع سے ہے اور ہر معاشرہ میں یہ دونوں معیار ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ نفس کی، مال کی خواہش بڑھ کر شرک کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اس شخص نے روپیہ اشرفی کو اپنا خدا بنالیا ہے۔

(س) نفس کی ایک اور خواہش لوگوں میں ہر دلعزیز ہونے، سرداری، لیڈری اور حکومت میں کسی عہدے کی خواہش ہے جس کے حصول کیلئے وہ ہر دنیوی اور دینی طریقہ (جائز اور ناجائز) استعمال کرتا ہے۔ رفاہِ عامہ کے کام اور دوسرے نیکی کے کام اپنی آخرت سنوارنے یا خدا کی خوشنودی کیلئے نہیں بلکہ اپنی دنیا سنوارنے اور مخلوقِ خدا کی خوشنودی کیلئے یعنی ہر دلعزیز ہونے، لیڈری چمکانے اور کسی عہدہ کے حصول کیلئے کرتا ہے۔ دکھلاوے کیلئے نماز، روزہ اور حج کرتا ہے اور غریبوں، بیواؤں، یتیموں پر مال خرچ بھی کرتا ہے مگر خدا کیلئے نہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کیلئے نہیں بلکہ اپنے نفس کیلئے۔

اعمال کے اجر کا دارومدار چونکہ نیت پر ہے اور اپنی نیت وہ خود جانتا ہے اس لئے اجر نیت کے مطابق ہوگا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ صرف نیت میں فساد کی وجہ سے اتنے بڑے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

نفس کی اسی لیڈری کی خواہش کی تکمیل کیلئے ایسا شخص رفاہِ عامہ کے کام کرتا ہے۔ لوگوں سے اور خاص طور پر کسی نہ کسی وجہ سے اہمیت والے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ سیاسی پارٹی بناتا یا کسی سیاسی پارٹی میں شمولیت کرتا ہے، جلسے جلوس کا انعقاد کرتا ہے۔ پارٹیوں، کلبوں، رفاہی اداروں، کانفرسوں، مذاکروں میں حصہ لیتا ہے۔ مقالے پڑھتا ہے کتابیں لکھتا ہے اخباروں اور رسالوں میں مضمون چھپواتا ہے۔ اپنی کتاب کی رونمائی کیلئے مجلس یا نشست منعقد کرواتا ہے۔ مقصد ان سب کاموں کا یہ ہے کہ لوگ اور حکومت کے کارندے اسے جانیں، اس کی شہرت ہو کہ وہ ایک بڑا لیڈر، رفاہی کارکن، سیاسی کارکن، ادیب، شاعر یا ایک بزرگ یا اہم شخصیت ہے اور حکومت اور لوگوں کو چاہئے کہ اس کی قابلیت اور اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

نفس کی یہ خواہش کافی سخت ہے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا کافی مشکل ہے اور بڑی بھی اتنی ہے کہ شرک کی حد تک ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ایسے شخص نے مخلوق کو اپنا خدا بنالیا ہے کیونکہ یہ مخلوق سے ڈرتا ہے اور مخلوق کو خوش کرنے کیلئے سب کام کرتا ہے کیونکہ وہ خلق سے امید رکھتا ہے اور غیر خدا سے خوف اور امید رکھنا شرک ہے۔

بزرگان دین اور مرشدان کاملین نے سلوک یعنی راہ خدا کیلئے نفس کی انہی چار صفات سے چھٹکارا حاصل کرنے کو بنیادی ضرورت فرمایا ہے یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، اور خلق خدا سے کم میل جول رکھنا۔

نفس امارہ کی صفات جن کا اب تک بیان ہوا وہ تو واضح اور عام ہیں۔ اب ان صفات کا بیان کیا جاتا ہے جو پوشیدہ اور دقیق ہیں جن کی پہچان مشکل ہے اور یہ صرف ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو راہ حق پر چلنے کے داعی ہوتے ہیں مگر وہ سچے نہیں ہوتے باوجود اس کے وہ اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ اصلی صوفی نہیں ہوتے بلکہ بہ تکلف صوفی بنتے ہیں اور صوفیاء کے طریقہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انکو متصوف کہتے ہیں۔

اوران کے علاوہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو صوفیاء کی نقل کرتے ہیں۔ مال و دولت اور عزت و تکریم کیلئے اپنے آپ کو صوفیاء کی مانند بنائے رکھتے ہیں۔ یہ جھوٹے ہیں اور گمراہ ہیں بلکہ مشرک ہیں کہ انہوں نے

غیرِ خدا یعنی مال و دولت، جاہ و ریاست اور مخلوق کو اپنا خدا بنا رکھا ہے، ان کو مستصوف کہتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کی عام لوگوں کیلئے پہچان مشکل ہے۔ مستصوف کی پہچان متصوف کے مقابلہ میں آسان ہے کیونکہ مستصوف کے نفس کی حرص مال و ریاء، دکھلاوا اور بناوٹ شہرت جیسی صفات معلوم ہو سکتی ہیں۔ مگر متصوف کے نفس کی صفات پوشیدہ ہوتی ہیں مثلاً زہد و تقویٰ، مجاہدہ، ریاضت سے کشف و کرامات، علاج، جسمانی امراض، عبادت میں لذت کیلئے زیادہ عبادت، پیر اور بزرگ بننے کی خواہش، مریدوں کی تعداد میں اضافہ کی خواہش۔

ان کے علاوہ ان سے بھی باریک تر خواہشات ہیں مثلاً تصرف فی الاکوان کی خواہش، روحانی مدارج و مراتب کی خواہش، باطنی نظام میں کسی مرتبہ یا پوزیشن کی خواہش، روحانی بڑائی حاصل کرنا اور اس کو دوسرے صوفیاء پر ظاہر کرنے اور ان کو زیر کرنے کی خواہش، کشف کونی اور کرامات کا اظہار اور اپنی برتری کو منوانے کیلئے ان کا استعمال۔ حال کا بندہ بننا، سلوک کے کسی مقام پر ٹھہر جانا مثلاً کشف و کرامات کے مقام پر یا کسی اور مقام پر جس پر نفس کو خوشی اور لذت حاصل ہوتی ہو۔

اور باریک سے باریک تر صفت دل کا ماسوئی اللہ سے تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے دل کا متعلق اور اس سے متاثر ہونا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نفع یا نقصان جاننا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد یا بھروسہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رازق جاننا اور رزق کے کم یا زیادہ کرنے کا مختارِ حقیقی جاننا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے حقیقی اور دائمی محبت کرنا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام قدس اللہ اسرارھم کی محبت ایک ہی محبت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس صحیح اور سچا صوفی وہ ہے جس کا حال

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: ۱۶۲)

ترجمہ: بیشک میری نماز اور سب عبادات، زندگی اور موت اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔

کے مصداق ہو۔ اپنے نفس سے فانی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو۔ مشاہدۂ حق و وصالِ الٰہی سے مشرف ہو، اخلاقِ الٰہی سے متخلق اور صفاتِ حق سے متصف ہو۔ ہمہ وقت اور ہمہ حال اللہ تعالیٰ کے خیال میں محو اور مستغرق ہو۔

ایک روایت کے مطابق سچے ولی کی علامت یہ ہے کہ اذا رؤو ذکر اللہ یعنی جب اسے دیکھیں (یا اس کے پاس بیٹھیں) تو اللہ یاد آئے اور فرمایا گیا کہ اس کا جلیس شاکی نہیں ہوتا اور جب تک اس کی مجلس میں رہے اللہ کی یاد میں رہے اور ماسویٰ اللہ کے خیال سے دل خالی رہے کیونکہ صوفی وہی ہے جس کو دائمی فراغت عن ماسویٰ اللہ حاصل ہو۔

نفس کی صفات کی پہچان کے بعد سالک کو چاہئے کہ اپنی اصلاح میں مصروف ہو۔ نفس کی مذکورہ صفات میں سے جو جو صفت اس میں پائی جاتی ہے ان سے نجات حاصل کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عام اور واضح صفات پر غور کرے۔ ان میں سے اگر کوئی بھی کسی شکل میں بھی ہے تو اسے دور کرے اور اپنے آپ کو باطنی نجاست یعنی گناہ سے پاک کرے، اس سے توبہ کرے۔

ایسی توبہ کہ پھر اس کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ سب کو معلوم ہے کہ نجاست کی بہت سی اقسام ہیں عام نجاست یعنی گندگی تو ظاہر ہے۔ نجاستِ باطنی گناہ ہے اور نجاستِ کبیر اور نجاستِ حقیقی شرک ہے۔

اور شرک کی دو اقسام ہیں: شرکِ جلی یعنی غیر خدا، بتوں وغیرہ کی عبادت اور شرکِ خفی یعنی ماسویٰ اللہ سے تعلق۔ شرک کی اقسام کی دوسری تقسیم کے مطابق شرک کی تین اقسام ہیں: یعنی شرک فی العبادت، شرک فی المحبت اور شرک فی الوجود۔ ان کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

پس سالک جب پہلی اور واضح صفات نفس امارہ سے چھٹکارا حاصل کرلے تو پھر دوسری اور باریک صفات پر توجہ دے اور ایک ایک پر غور کرے اور جو جو اپنے آپ میں پائے ان سے اپنے آپ کو پاک کرے۔

اس کے بعد تیسری اور باریک صفات پر کام کرے اور ان سے صفائی حاصل کرنے اور آخر میں باریک ترین اور مخفی صفت یعنی تعلق ماسویٰ اللہ سے فراغت کیلئے جدوجہد کرے۔

سالک یہ کام خود کر سکے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے شیخ کی تعلیم، تلقین اور اعانت سے کرے، کافی صبر آزما اور مستقل مزاجی اور مسلسل جدوجہد کا کام ہے۔ حوصلہ بلند اور مضبوط درکار ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ (البقرہ: ۴۵) یعنی مدد حاصل کرو صبر اور صلوۃ سے --- پرکار بندر ہے۔

صبر اور خداوند کریم کے آگے دعا، الحاء اور زاری اور نماز سے اس راہ میں مدد مانگتا رہے۔ مرشد کامل کی صحبت اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارے کیونکہ تزکیہ نفس یعنی نفس کی صفائی اور پاکیزگی کیلئے بہت مفید ہے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی سچوں کے ساتھ رہو اور مولانا روم مستِ بادۂ قیوم قدس سرہٗ مثنوی میں فرماتے ہیں

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر

دامن آن نفس کش را سخت گیر

یعنی پیر کے سایہ کے سوا اور کوئی چیز نفس کو نہیں مار سکتی اس لئے اس کا دامن سختی سے پکڑے رہو۔

پس اصلاح ضروری ہے۔ گناہ کو چھوڑنے اور اپنی اصلاح کے بغیر توبہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ صرف زبانی توبہ توبہ نہیں عملی توبہ توبہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ گناہ کرنا تو بجائے خود رہا گناہ کا خیال تک بھی نہ آئے۔ عملی توبہ کا حق اگر ادا کیا ہے تو وہ اولیاء کرام قدس اللہ اسرار ہم نے کیا ہے۔ ایسی توبہ کی کہ اس دنیا سے ہی تعلق قطع کر دیا جس سے متعلق ہونے سے گناہ سرزد ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ عوام کی توبہ تو گناہ کا ترک مگر خواص کی توبہ ماسوئی کا ترک ہے۔

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ متقدمین اولیاء کرام سے ہیں، پہلے سودی کاروبار کرتے تھے۔ بازار سے گزرے تو کھیلتے ہوئے بچوں نے کہا ادھر ہٹ جاؤ حبیب سودخوار آتا ہے، کہیں اس کے پاؤں کی گرد تم پر نہ پڑ جائے اور تم بدبخت ہو جاؤ۔

اس بات کا آپ کے دل پر اثر ہوا۔ آپ اسی وقت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کی مجلس میں گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور سودی کاروبار چھوڑ کر یادِ حق میں ہمہ تن وقت مصروف ہو گئے۔ توبہ کی مقبولیت کا یہ حال تھا کہ اس مجلس شریف سے واپس ہوئے تو بچوں نے کہا کہ ہٹ جاؤ حبیب تائب گزر جائے کہیں ہماری گردان پر نہ پڑ جائے اور ہم خدا کے ہاں گنہگار ہوں۔

یہ بات سن کر بہ درگاہ خداوندی عرض کیا کہ الٰہی محض ایک ہی دن میں میری توبہ کا اثر اپنے دوستوں کے دل میں پہنچا کر میری نیکی کو ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے منادی کرادی کہ جس کا مال حبیب کے

پاس ہو لے جائے۔ چنانچہ سارا مال دے دیا اور اپنا خالص مال بھی خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ جب آپ کے پاس کچھ نہ رہا تو ایک شخص نے اپنا کچھ حق مانگا جس کے عوض آپ نے اپنا پیراہن اتار کر دے دیا۔ اس کے بعد ایک اور دعویدار آ گیا جس کو اپنی بیوی کی چادر دے کر خلاصی کرائی۔ اب دونوں میاں بیوی نیم برہنہ تھے۔

آپ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ ایک دن آپ کی بیوی نے کہا کہ خرچ بالکل نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مزدوری پر جاتا ہوں جو مزدوری ملے گی وہ لا کر تم کو دے دوں گا۔ بیوی جب مزدوری کے متعلق سوال کرتی تو فرماتے جس کے ہاں میں مزدوری کرتا ہوں وہ بڑا کریم ہے مجھے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے وہ کہتا ہے جب وقت آئے گا خود دے دوں گا اور کہتا ہے کہ ہر دسویں روز اجرت دیا کروں گا۔

چنانچہ نو دن تک آپ اس طرح ہر روز دن کو اپنی عبادت گاہ میں چلے جاتے اور رات کو واپس آ جاتے۔ دسویں دن اس خیال سے کہ اب جا کر بیوی کو کیا جواب دوں گا تو آہستہ آہستہ تشریف لا رہے تھے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤکل کی معرفت آپ کے گھر آٹا، تین ہزار درہم اور دیگر ضروریات کی تمام چیزیں بھجوا دیں اور کہا کہ یہ دس دن کی مزدوری ہے اگر زیادہ کام کرو گے تو اجرت زیادہ دوں گا۔

جب گھر کے نزدیک پہنچے تو گھر کے اندر سے عمدہ عمدہ کھانوں کی خوشبو آئی۔ حیران تھا اندر داخل ہوئے دیکھا کئی قسم کے کھانے تیار ہیں۔ بیوی نے خوشی سے کہا وہ کون نیک بخت ہے جس کا تم کام کرتے ہو اس نے آج یہ چیزیں بھیجی ہیں اور کہلا بھیجا ہے کہ کام ذرا زیادہ محنت سے کرے میں مزدوری زیادہ دوں گا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ تو نے محض ایک گنہگار کی دس دن کی ناکاری اور بے حضور عبادت کے عوض یہ کچھ عطا فرمایا ہے اگر زیادہ عبادت کروں گا تو کیا کچھ نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر دنیا سے بالکل ہی منہ موڑ لیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے اور بالآخر عنایتِ الٰہی سے مستجاب الدعوۃ بزرگوں میں سے ہو گئے۔

اور حضرت عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا ذکر یوں ہے کہ ابتداء میں آپ ایک خوبصورت عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے۔ کسی طرح اس عورت کو بھی آپ کے عشق کا حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے کہلا

بھیجا کہ تم نے میرا کیا دیکھا کہ عاشق ہو گئے۔ آپ نے کہا آنکھیں۔ چنانچہ اس عورت اپنی دونوں آنکھیں نکال کر ایک تھالی میں رکھ کر اپنی خادمہ کے ہاتھ آپ کے پاس بھیج دیں اور کہلا بھیجا کہ جس چیز پر تم عاشق ہوئے تھے وہ لے لو۔

آپ نے یہ ماجرا دیکھا تو دل پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ فوراً حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور توبہ کی اور پھر ایسی ریاضت کی کہ باید وشاید اپنی خوراک کیلئے خود اپنے ہاتھ سے جو بوتے اور خود ہی پیس کر روٹی پکاتے اور ہفتہ بھر میں صرف ایک بار کھاتے اور عبادت میں مشغول رہتے اور فرماتے کہ مجھے کراماً کاتبین سے شرم آتی ہے ہر روز پاخانے جاؤں۔

حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ تعالیٰ علیہا فرماتی ہیں کہ زبانی توبہ جھوٹے لوگوں کا کام ہے۔ سچی توبہ اور سچے لوگوں کی توبہ وہ ہے جیسی توبہ حضرت حبیب عجمی قدس سرہٗ کی تھی اور حضرت عتبۃ الغلام قدس سرہٗ کی تھی اور ایسی ہی توبہ حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہٗ کی ہے۔ جس کے متعلق حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ اپنی تصنیف "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ ابتداء حال میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں خیمہ ڈالے پڑے رہتے۔ آپ کے سب دوست ڈاکو اور رہزن تھے اور آپ ان کے سردار تھے۔ وہ لوٹ مار کر کے سارا مال آپ کے سامنے لا رکھتے، اس سے جو چاہتے آپ لے لیتے اور باقی مال سب میں تقسیم کر دیتے۔ مگر اس کے باوجود نماز باجماعت ادا کرتے اور دوستوں میں سے جو نماز باجماعت ادا نہ کرتا اس کو نکال دیتے۔

ایک روز ایک مالدار قافلہ ادھر سے گزرا جب اہلِ قافلہ نے ڈاکوؤں کو دیکھا تو ایک شخص جس کے پاس کچھ نقدی تھی نقدی کو بچانے کے خیال سے قافلے سے علیحدہ ہوا تاکہ جنگل میں کسی جگہ دفن کرے۔ جونہی قافلے سے علیحدہ ہوا حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو ایک زاہد مرتاض سمجھ کر روپیہ آپ کے پاس امانت رکھ دیا اور قافلہ سے جا ملا۔

ڈاکو جب قافلہ کو لوٹ کر واپس چلے گئے تو وہ شخص اپنی امانت واپس لینے کیلئے آپ کے خیمہ کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ شخص جس کے پاس وہ امانت رکھ کر گیا تھا وہ لوٹ کا مال تقسیم کر رہا ہے اور ڈاکوؤں کا

سردار ہے۔ اسے بہت افسوس ہوا کہ اس نے اپنا مال خود ایک ڈاکو کے حوالے کر دیا۔ آپ نے جب اسے دیکھا تو پاس بلا کر کہا کہ جہاں اپنا روپیہ رکھا تھا وہاں سے اٹھا لو۔ چنانچہ اس نے اٹھا لیا اور قافلہ سے جا ملا۔ آپ کے دوستوں نے کہا آپ نے روپیہ کیوں واپس کیا۔ فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا تھا، میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں کہ مجھے توبہ نصیب فرمائے۔ میں نے اس شخص کا گمان سچا کر دیا ہے تا کہ حق تعالیٰ میرا گمان سچا فرما دے۔

آپ کی توبہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک رات قافلہ لوٹنے کی غرض سے آپ کے دوست گئے ہوئے تھے جب وہ قافلہ آپ نے نزدیک سے گزرا تو ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اور یہ آیت شریف اس کی زبان پر تھی

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ (الحدید: ۱۶)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اترا۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

یہ ایک تیر تھا کہ آپ کی جان پر لگا۔ کہنے لگے اے فضیل تو کب تک رہزنی کرتا رہے گا۔ توبہ کا وقت آ گیا ہے چنانچہ اسی وقت توبہ کی اور قافلہ والوں کو بشارت دی کہ بے خوف و خطر چلے جاؤ، فضیل نے آج سے توبہ کر لی ہے۔

اس کے بعد آپ ہر شخص کے پاس گئے جس کو آپ سے رنج پہنچا تھا اور اس سے معافی مانگی یا اس کی تلافی کر دی۔ لیکن ایک یہودی نے معافی نہ دی اور کہا کہ میں تم کو اس وقت معاف کروں گا جب تم اس ریت کو ٹیلے کو اٹھا دو۔ چنانچہ اللہ کا نام لے کر آپ سارا دن ریت اٹھا کر دریا میں ڈالتے رہے۔ رات کو خدا کی قدرت سے ایسی ہوا چلی جس نے ساری ریت کو اڑا کر دریا میں بہا دیا اور میدان صاف کر دیا۔ یہودی متحیر ہو گیا اور کہا کہ جب تک تو میرا مال نہ دے گا معاف نہ کروں گا۔ اس وقت میرے سرہانے کے نیچے اشرفیوں کی تھیلی اٹھا کر مجھے لا دے تا کہ میری قسم پوری ہو اور میں تجھے معاف کر دوں۔ آپ اس یہودی کے گھر گئے اور تھیلی لا کر اس کو دی دے۔ یہودی نے کہا کہ مجھے مسلمان کرو، آپ نے اسے مسلمان

کیا۔ یہودی نے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کیوں مسلمان ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں ۔ یہودی نے کہا کہ آج تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ دین حق کون سا ہے مگر آج معلوم ہو گیا کہ دین حق اسلام ہے۔ اور وہ اس وجہ سے کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے وہ اگر مٹی پر ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے اور میں اپنے سرہانے کے نیچے مٹی سے بھری ہوئی تھیلی رکھی تھی جو تمہارے ہاتھ لگانے سے سونا ہو گئی۔ پس معلوم ہو گیا کہ توبہ تمہاری سچی ہے اور دین تمہارا حق ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم بن ادھم قدس سرہٗ جو بلخ کے بادشاہ تھے کے حالات میں ذکر ہے کہ ایک رات آپ اپنے محل میں محوخواب تھے۔ آدھی رات اچانک آنکھ کھل گئی اور معلوم ہوا کہ ایک آدمی محل کی چھت پر ٹہل رہا ہے۔ پوچھا تو کون ہے اور یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے۔ کہا کہ آپ کا دوست ہوں اور یہاں اپنے اونٹ کی تلاش میں آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ شاہی محلات کی چھت پر اونٹ کہاں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ جامہ اطلس میں تخت زرین پر سوتے ہو اور خدا کے طالب ہو۔ یہ سن کر آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا اور ایک آگ سی لگ گئی۔

دن ہوا آپ جب تختِ شاہی پر جلوہ افروز تھے تو یکا یک ایک بارعب شخص اندر داخل ہوا اور بے تحاشا چل کر آپ کے تخت تک پہنچ گیا۔ امراء وزراء اور غلامان سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس سے وجہ پوچھے۔ آپ نے نہایت تعجب سے پوچھا تو کون ہے اور یہاں کس لئے آیا ہے۔ اس نے کہا میں اس سرائے میں ذرا دیر ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ سرائے نہیں ہے، شاہی محل ہے اور دربار ہے۔

اس نے کہا آپ سے پہلے اس محل میں کون تھا، فرمایا میرا باپ۔ کہا اس سے پہلے فرمایا میرا دادا۔ اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا کہ آپ کے بعد یہاں کون رہے گا فرمایا میری اولاد۔ اس شخص نے کہا کہ ذرا سوچو جس مقام میں اتنے آدمی آئیں اور جائیں لیکن کسی کا مستقل قیام نہ ہو وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے اور یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ لیکن آپ کے دل میں جو آگ رات کے واقعہ سے لگی ہوئی تھی اس بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس شخص کے پیچھے گئے تو پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ ان دونوں واقعات سے آپ کا سکون جاتا رہا۔

پھر ایک دن آپ شکار کیلئے جنگل میں گئے۔ دوران شکار اپنے لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ میں آواز سنی کہ اے براہیم بیدار ہو جاؤ پیشتر اس کے کہ تمہیں بیدار کیا جائے۔ پھر ایک ہرن کو دیکھ کر اس کا شکار کرنا چاہا مگر ہرن بولا کیا تمہیں میرے شکار کیلئے بھیجا گیا ہے، تم میرا شکار نہیں کر سکتے۔ کیا تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے، کوئی اور مشغلہ نہیں ہے۔ ان سب باتوں سے آپ پر خوف الٰہی اس قدر طاری ہوا کہ آپ کو کشف یقین حاصل ہو گیا، باطنی آنکھ منور ہو گئی۔ چنانچہ آپ نے توبۃ النصوح کی، بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔

توبہ کے متعلق ایسے ہی واقعات اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے ہیں جو کہ ترک دنیا یعنی ترک ماسوئی کے بعد عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یہ خواص کی توبہ ہے مگر اس سے مراد رہبانیت نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ ریاضیت اور عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں اور کسی وقت بھی خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ دنیا تو خدا سے غفلت ہے نہ کہ حلال رزق کمانا اور بیوی بچوں کے ساتھ رہنا جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ وفرزند و زن

(جاری ہے)

بقیہ: دراسات الحسنیہ

چنانچہ دونوں بیٹے پھر والد صاحب سے چمٹ گئے، اصرار کرنے لگے، التجائیں کرنے لگے کہ ہمارے استاد کا کچھ بناؤ --- معلوم ہوا کہ اولیائے کرام بنا سکتے ہیں۔ آپ نے پھر ہاتھ اٹھائے مگر کیا دعا کی؟ ذرا الفاظ پر غور فرمائیں --- فرمایا

"اے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ جس طرح تو سید السند سیدنا غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کو قبول کر کے قضائے مبرم کو ٹال دیتا تھا اسی طرح میری دعا کو بھی قبول فرما۔" دعا فرمانے کے بعد آپ مسکرا دیئے اور بیٹوں سے کہا جاؤ تمہیں مبارک ہو، اللہ جل جلالہ نے مولانا محمد طاہر کی پیشانی پر سے "شقی" یعنی بد بخت کو مٹا کر "سعید" یعنی نیک بخت لکھ دیا۔ (جاری ہے)

غزل

مقبول نقش

دل کا اک اک داغ شمع زیرِ داماں ہو گیا
ہم جہاں پہنچے وہیں جشنِ چراغاں ہو گیا

چاکِ دل کی بات تھی، چاکِ جگر کی بات تھی
مفت میں رسوا میرا چاکِ گریباں ہو گیا

رقص کر یوں، ایک اک بند عناصر ٹوٹ جائے
اے جنوں، پابندیوں سے دل پریشاں ہو گیا

کس سے پوچھوں، ارتقاء کی کون سی منزل ہے یہ
آدمی خود آدمی کا دشمنِ جاں ہو گیا

چھوڑیئے افسانہ انساں کو، انساں اب کہاں
وہ تو بے چارہ ہلاکِ کفر و ایماں ہو گیا

پھول محرومِ تبسم اور صبا معذورِ رقص
یہ گلستاں کیا ہوا اے نقش زنداں ہو گیا

تیرے خیال کے بربط کو چھیڑتا ہوں میں

مفتی سید حسین فرید گیلانی

تیرے خیال کے بربط کو چھیڑتا ہوں میں
ترانے حسن و محبت کے گا رہا ہوں میں
سکوتِ دہر میں محشر بپا نہ ہو جائے
پھر آج ان کو لب بام دیکھتا ہوں میں

(آقا سید شریف حسین شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)

آج سے تقریباً تین سو سال پہلے محدثِ کبیر حضرت علامہ سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہمارے سلسلہ آباواجداد کی ایک اہم شخصیت حضرت حاجی محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور میں ہوئی جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی رسالہ "در کسبِ سلوک و بیان حقیقت و معرفت" میں کیا ہے لیکن بزرگوں کا قائم کیا ہوا یہ تعلق تقریباً تین صدیوں تک منقطع رہا۔

یہ ٹوٹا ہوا تعلق نومبر ۱۹۹۴ء میں اس وقت بحال ہوا جب حکیم محمد یوسف مرحوم نے مدرسہ و جامع مسجد خضریٰ گلبرگ نمبر ۳ پشاور صدر کی افتتاحی تقریب میں سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو کیا تاکہ مدرسہ کا تدریسی سال بابرکت طریقہ سے شروع کیا جائے۔ میں ان دنوں مدرسہ مذکورہ میں مدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ یہاں پر سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ پھر جب انہوں نے اپنی دلآویز اور بارعب آواز میں قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کی جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کا بہت واضح بیان تھا تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ جیسے مجھے اب ان آیات کے بارے میں مکمل آگاہی مل رہی ہے تو میں خوش ہونے کے ساتھ ساتھ ان سے ازحد متاثر بھی ہوا۔

پھر چند ہفتوں بعد میراث کے ایک مسئلہ کے حل کے بارے میں سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ

ملاقات ہوئی۔ ان کی سحر انگیز شخصیت اور دوستانہ رویہ کی وجہ سے میرے دل میں ان سے مزید قرب کی طلب پیدا ہوئی۔ اس کے بعد میں مہینہ میں ایک آدھ بار ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ مگر ان کی بڑھتی ہوئی محبت و شفقت نے مجھے مکمل طور پر اپنے حصار میں لے لیا اور ہر جمعہ کے روز آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان حاضر ہونا میرا معمول بن گیا۔ اور اگر بالفرض کسی جمعہ کو میں یکہ توت شریف کسی مصروف کی وجہ سے نہ جاتا یا حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری یا انتہائی اہم مصروفیت کے باعث ان سے ملاقات نہ ہو سکتی تو پورا ہفتہ مضطرب رہتا۔

اسی لئے میں مدرسہ کی سالانہ چھٹیوں کا بڑی شدت سے انتظار کرتا تھا کیونکہ جمعہ کے مصروف دن کے علاوہ بھی مجھے ہفتہ میں تین چار بار ملاقات کا موقع ملتا تھا اور ویسے بھی اگر کسی کام کی غرض سے شہر جاتا تو کوشش یہی ہوتی تھی کہ یکہ توت شریف سے ہو کے جاؤں۔ یا پھر اپنا کام جلدی نمٹا کر ملاقات کیلئے زیادہ سے زیادہ وقت نکالوں۔ دوسرا سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بھی کمال مہربانی فرما کر میری آمد کی اطلاع پا کر باہر تشریف لاتے اور دیدار سے فیضیاب فرماتے باوجود اس کے کہ کبرسنی اور کمزوری کی وجہ سے باہر آنا ان کیلئے تکلیف دہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس ناچیز کو حکم دیا کہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں تم روزانہ یکہ توت شریف آیا کرو۔

یوں اس دس سالہ مدت میں ہونے والی لاتعداد ملاقاتوں میں اکثر کسی شرعی مسئلہ پر تبصرہ ہوتا جبکہ کبھی کبھی بعض مسائل پر سیر حاصل بحث ہوتی تھی۔ علم اور اس کی نشر و اشاعت کے ساتھ شغف کا یہ عالم تھا کہ میں نے ان کو اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے سے چند روز قبل لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں دیکھا کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی کتاب (انوارِ علی کرم اللہ وجہہ) کی طباعت کیلئے خود کاغذ ہاتھ میں لے کر پرکھ رہے ہیں اور پسند فرما رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ہاتھ کے مس سے کاغذ کا معیار معلوم کر رہے تھے تو میرے ساتھ ان کی عیادت کی غرض سے آنے والے ایک دوست نے کہا کہ علم کے ساتھ دوستی تو ظاہر ہے لیکن اس ضعیف العمری، شدید بیماری اور کمزوری کے عالم میں ہاتھ تو کیا دماغ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے تو پھر کاغذ کو ہاتھ کے مس

سے کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کی تمام عمر کتاب و قلم کے ساتھ گہری دوستی رہی ہو۔

اور اس ضمن میں ساٹھ سال سے مسلسل قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی درس و تدریس کے ساتھ کئی اہم تصنیفات اور پندرہ روزہ "الحسن" پشاور جیسے مجلّہ کی نشر و اشاعت تو ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ میں اس کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ قرآن کی اس انداز سے خدمت کرنا ان کی بہت بڑی کرامت ہے کیونکہ بذاتِ خود قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سب سے بڑا معجزہ ہے تو امت کیلئے اس کی صحیح خدمت کرنا بڑی کرامت ہے اور سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فریضہ کو احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی علم دوستی سے تو سب لوگ متاثر تھے۔ ہر لکھنے والا اس پر ضرور لکھنا چاہے گا لیکن میں اس کے علاوہ چند اور خصوصیات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جنہوں نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

حافظہ کسی بھی علم پر جب تک ملکہ حاصل نہ ہو اس وقت تک اس سے مکمل طور پر مستفید ہونا ممکن نہیں ہے۔ لیکن حصول ملکہ کا سارا دارومدار سخت محنت اور قوتِ حافظہ پر ہے۔ قرونِ اولی میں علم کیلئے حافظہ کا مضبوط ہونا بہت ضروری تھا کیونکہ سارا کام یادداشت کا تھا۔۔۔ قرآن کا بھی اور روایتِ حدیث کا بھی۔ حتی کہ جس کا حافظہ خراب ہو جاتا تو راویانِ حدیث ان سے روایت کرنا ترک کر دیتے اور سوء حفظ کی قید لگا دیتے۔ البتہ اس زمانہ میں حافظہ چالیس سال کی عمر میں کمزور ہونا شروع ہو جاتا تھا۔ اگرچہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کا حافظہ بہت پہلے خراب ہو جاتا ہے۔ لیکن سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ پچاسی سال کی عمر میں بھی جوانوں سے بہتر تھا۔ انہیں تمام مریدوں اور دوستوں کے نام یاد تھے۔ جبکہ میں خود اس عمر میں اکثر شاگردوں کے نام بھول چکا ہوں۔ نام تو پھر ایک لفظ ہوتا ہے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو تو وہ سارے اشعار زبانی یاد تھے جو انہوں نے طالبعلمی کے زمانہ میں ازبر کئے تھے۔

حسن خلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں بہترین اخلاق کو پورا کرنے کو بھیجا گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو عملاً پیش کر کے خلق عظیم پر ہونے کی خدائی گواہی کے مستحق ٹھہرے۔ پھر امت میں سے وہی لوگ

بڑے کہلائے جو بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ ماضی کے ان بڑے لوگوں کے بارے میں تو کتابوں میں پڑھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا اور جن بڑے لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے حسن خلق سے میں بہت زیادہ متاثر ہوں۔ مجھے آپ سے ملاقات کا شرف بیسیوں یا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزار ملاقاتوں سے بھی زیادہ کا حاصل ہے۔ لیکن میں نے ان کو کبھی غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کسی سے ناراض ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، نہایت نرم لہجہ میں بات کرتے، مذہبی اختلافات، لسانی تضادات، جغرافیائی حدود اور حسب نسب کی اونچ نیچ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر کسی سے بڑی گرمجوشی سے ملتے، ان کی عزت وتکریم کرتے۔ مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے ان کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسی لئے ہر مکتبہ فکر کے لوگ ان کے عقیدتمند تھے۔ ان کے جنازہ میں مختلف الخیال لوگوں کی شرکت اس بات کی واضح دلیل ہے۔

صبر میں نے صبر کو قرآن وحدیث میں سب سے بڑی صفت اور مدارج کمال طے کرنے کیلئے سب سے قوی وسیلہ پایا ہے۔ صبر انبیاء کا خاصہ اور اولیاء کا شیوہ ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صبر کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اکثر لوگ اپنے دکھوں کو مرتے دم تک نہیں بھولتے اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے اپنے دکھوں کا تذکرہ ہر خاص وعام سے کرتے رہتے ہیں لیکن میں نے سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی بھی اپنے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اور اگر کسی سے ذکر کیا بھی تو اظہارِ غم کے ارادہ سے نہیں بلکہ بیانِ واقعہ کے طور پر یا تلقین صبر کے طور پر کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے شدید بیماری میں بھی درد کی شکایت نہیں کی۔ حالانکہ عرصہ دراز سے بیماریوں میں مبتلا رہے۔ جب بھی میں صحت کے بارے میں ان سے دریافت کرتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے البتہ کبھی کبھی غالب کا یہ شعر پڑھتے

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ
اب عناصر میں اعتدال کہاں

یعنی اپنی کمزوری کو کبرسنی کا نتیجہ قرار دے کر اپنی بیماری کو چھپانے کے ساتھ اہلِ محفل کو خوش بھی کر

دیتے۔ جیسے شمع خود تو جلتی ہے مگر اہلِ محفل کو روشنی دے کر اپنا سوز چھپاتی ہے۔

خاکساری تصوف کا سب سے اہم رکن عجز وانکسار ہے۔ ایک زاہد اس وقت تک ادنیٰ صوفی نہیں بن سکتا جب تک اس میں عجز وانکسار نہ پیدا ہو جائے۔ یہ بات مسلم ہے کہ سلوک کا سب سے اعلیٰ درجہ مقام عبودیت ہے۔ حضور ﷺ قرآن حکیم میں عبدنا کے خطاب پر بہت خوش ہوتے تھے جبکہ عبودیت کے معنی میں بنیادی عنصر خاکساری ہے۔ خاکساری حزب اللہ کی عادت اور تکبر حزب الشیطان کی فطرت ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں کئی خاکسار دیکھے لیکن حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عاجزی اور خاکساری کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو ان سے ہزاروں درجہ کم تر مرتبہ رکھنے والوں سے بھی نہایت انکسار سے پیش آتے ہوئے دیکھا۔ خصوصاً سادات کرام، علماء اور مشائخ بلکہ ان کے صاحبزادوں کے ساتھ بھی۔ اسی لئے میں باہر کی محفلوں میں کہتا تھا کہ اگر کوئی عجز وانکسار کو عملاً دیکھنا چاہتا ہے تو جا کر سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھے، ان کی پرکیف محافل میں شرکت کرے۔

ترحم عربی زبان میں رحم کا معنی ہے رقۃ القلب یعنی دل کی نرمی جو در حقیقت پانی کا وصف اور طبیعت ہے۔ یعنی رحم دل انسان کا دل پانی کی طرح ہوتا ہے جو مایوس آدمی کی سرد شکایتوں سے منجمد اور دردمند کی گرم آہوں سے پگھل جاتا ہے۔ دردمند اسے اپنے قریب تصور کرتا ہے گویا اس کا دل پانی بن کر دردمند کے دل میں بھر چکا ہے اور وہ اس کا شریک غم بن چکا ہے۔

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے رحمدل تھے ان کے سامنے جب بھی کوئی دردمند اپنے غم کا اظہار کرتا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس کے شریکِ غم نہیں بلکہ اپنے سارے غم بھول کر اس کے غم کو اپنا چکے ہیں اور اسے ہر غم سے آزاد کر چکے ہیں۔

خلق خدا پر ترس کھانا ان کے خمیر میں شامل تھا اور اس سلسلہ میں وہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہ کرتے تھے۔ اگر سات سمندر پار ہونے والے کسی دلخراش واقعہ کی اطلاع پاتے تو کئی دنوں تک مغموم رہتے۔ میرے ساتھ بے شمار مرتبہ ان جیسے واقعات پر اظہار غم کر چکے ہیں اور ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ خلق خدا ان

مصائب سے کب نجات پائے گی۔

شفقت ترحم اور دل سوزی کا ایک اہم روپ بچوں پر شفقت کرنا ہے۔ اپنے بچے تو ہر کسی کو اچھے لگتے ہیں۔ شفقت تو یہ ہے کہ اپنے اور پرائے بچوں کے درمیان فرق نہ کرے جس کے بارے میں ہم زبانی دعوے تو کرتے رہتے ہیں مگر عملی مظاہرہ نہیں کرتے جبکہ سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت مثالی تھی۔ اس کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ میں آج تک اپنے بچوں پر وہ شفقت نہیں کر پایا جتنی آپ پرائے بچوں پر کرتے تھے۔

محبت محبت خدائی صفت اور نفرت شیطانی خصلت ہے۔ جو انسان بے جا نفرت کرتا ہے وہ جانوروں سے کم تر اور جو سچی محبت کرتا ہے وہ فرشتوں سے بھی بالاتر ہے۔ کیونکہ فرشتے دائمی عبادت تو کرتے ہیں لیکن وہ درد و آہ بھری محبت سے عاری ہوتے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اہل تصوف جو عجز و انکسار کا ٹولہ ہے وہ کسی سے نفرت نہیں کرتے۔ وہ تو خلق خدا سے محبت کرتے ہیں بلکہ انسانوں کو خلق خدا سے محبت کرنا بھی سکھاتے ہیں۔ اگرچہ محبت کرنے کے انداز میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملہ میں ایک عجیب خصوصیت کے مالک تھے۔ وہ یہ کہ ہر کوئی یہ تصور کرتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ محبت اسی سے کرتے ہیں۔

جب وہ محو شباب ہوتے ہیں
آئینے بھی رباب ہوتے ہیں
ان تبسم فروش آنکھوں سے
سوکھے پتے گلاب ہوتے ہیں

(ساغر صدیقی)

پھر امڈ آئے ہیں یادوں کے سہانے بادل

سید فرید اللہ شاہ بخاری

قطب الاقطاب سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت میں نے پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں کی۔ تعارف میرے بڑے بھائی سید محمد انور شاہ قادری کے حوالے سے ہوا۔ ملاقات کے دوران تعلیم کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ اس وقت میں نے جماعت ہشتم کا امتحان پاس کیا تھا۔ آپ نے علم کی فضیلت پر ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آگے مزید پڑھنا ہے۔ آپ کے در پر حاضری ہوتی رہی یہاں تک کہ مارچ ۱۹۸۳ء میں مَیں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ مئی کے آخری دنوں مجھے حکم ہوا کہ فرید اس دفعہ ہمارے ساتھ گرمیوں میں نتھیاگلی جانا ہے۔

اس طرح جون کے پہلے ہفتہ میں حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ماہ گل بی بی رحمت اللہ علیہا (زوجہ مولوی جی صاحب)، آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیاں، صاحبزادے سلطان آغا صاحب وحسنین صاحب اور آپ کے برادرِ خورد بادشاہ اور میں کل نتھیاگلی چلے گئے۔

یہ سلسلہ تین سال ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۵ء تک جاری رہا اور مجھ ناچیز کو ہر سال ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے بھی نتھیاگلی تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ آپ یکہ توت شریف سے نتھیاگلی تشریف لے جاتے تو وہاں پر بھی آپ کے عقیدتمند پورے ملک سے اور خصوصاً پشاور سے ملنے آتے۔ ۱۹۸۵ء میں مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے ملاقات کیلئے نتھیاگلی تشریف لائے تھے اور کافی دیر تک آپ کے ساتھ ملکی اور بین الاقوامی سیاست پر گفتگو کرتے رہے۔

جون ۱۹۸۳ء میں جب میرا میٹرک کا نتیجہ آیا تو حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نتھیاگلی میں ہی تھا۔ آپ کی دعاؤں سے فرسٹ ڈویژن میں کامیابی حاصل ہوئی، سب لوگ وہاں بہت ہی خوش تھے

پھر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ دنوں کیلئے پشاور چلے جاؤ اور اسلامیہ کالج پشاور میں شعبہ تھیالوجی میں داخلہ فارم جمع کرا کے آجاؤ۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی بجا آوری کے سلسلہ میں اگست ۱۹۸۲ء کے پہلے ہفتہ میں داخلہ فارم جمع کرایا اور واپس نتھیا گلی چلا گیا۔

ستمبر کے پہلے ہفتہ میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اور سارے گھر والے سیزن گزار کر واپس پشاور آگئے۔ آپ کی مہربانی سے مجھے اسلامیہ کالج کے شعبہ تھیالوجی میں سال اول میں داخلہ مل گیا۔ چونکہ گاؤں (وڈپگہ) سے روزانہ اسلامیہ کالج آنا جانا بہت مشکل تھا۔ ان دنوں ٹرانسپورٹ کی یہ سہولت نہ تھی جیسی اب ہے۔ چنانچہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر مجھے ستمبر ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۰ء تک تقریباً سات سال آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں رہائش کی سعادت نصیب ہوئی۔

سال اول میں داخلے کے دوران ہر لڑکے کو کالج میں کچھ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی سے مجھے کوئی مسئلہ درپیش نہیں آیا کیونکہ اسلامیہ کالج میں اور خصوصاً شعبہ تھیالوجی میں میرے سارے اساتذہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے دوست اور عقیدتمند تھے جن میں ڈاکٹر محمد حنیف صاحب جو بعد میں چیئرمین شعبہ تھیالوجی بھی رہے ہیں۔ ان کے علاوہ پروفیسر حافظ عبدالغفور صاحب (حالیہ چیئرمین شعبہ سیرت سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور)، پروفیسر ڈاکٹر احسان الدین صاحب، ڈاکٹر عبدالرشید فاروقی صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، انگریزی کے پروفیسر فدا محمد صاحب اور اردو کے پروفیسر شید احمد کاکاخیل صاحب تھے۔

۱۹۸۸ء میں میں نے اسلامیہ کالج سے بی اے تھیالوجی کا امتحان پاس کیا۔ اس عرصہ کے دوران شعبہ تھیالوجی سے سکالرشپ بھی ملتا رہا۔ دوران تعلیم حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے پیغامات اور گیارہویں شریف کے دعوت نامہ اپنے ان اساتذہ کو پہنچاتا رہا۔ ایک بہت بڑی دعوت آپ نے ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک صاحب (سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور و سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) کے اعزاز میں دی تھی۔ اس میں پشاور یونیورسٹی کے بہت سے پروفیسر اور ڈاکٹر حضرات کے علاوہ شعبہ تھیالوجی اسلامیہ کالج کے چیئرمین ڈاکٹر محمد حنیف صاحب بھی تشریف لائے تھے۔

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت سی دینی اور روحانی تقریبات میں شرکت کا موقع ملا۔ میرے لئے سب سے اہم روحانی تقریب ۱۹۸۳ء کی گیارہویں شریف ہے جس میں گیارہویں شریف کی رات کو ہم دس کے قریب آدمیوں کو آپ نے شرفِ بیعت بخشا۔ جس میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید غلام الحسنین قادری گیلانی (مدیر اعلیٰ الحسن) بھی شامل تھے۔

اس کے علاوہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ برادرِ محترم سید محمد انور شاہ قادری کی دعوت پر ہمارے گاؤں وڈپگہ میں بہت دفعہ تشریف لائے اور مساجد میں میلاد شریف، یوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ آپ ہماری غریب خانہ پر بہت مرتبہ تشریف لائے اور ہمیں آپ کی میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ مجھ سے انتہائی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ اس حوالہ سے آپ کے حسن سلوک، مروت اور محبت کا احاطہ بالکل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۸۳ء میں جب میں نے میٹرک کا امتحان دیا تو میرا فزکس کا پرچہ بہت زیادہ خراب ہوا تھا میں نتھیا گلی میں اکثر پریشان رہتا تھا۔ ایک دن حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا فکر کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ خیر کرے گا اور پھر وہی ہوا میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوا۔

پچھلے رمضان المبارک یعنی ۲۰۰۳ء میں جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کیلئے میں ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار واقع کوہاٹ روڈ حاضر ہوا تو وہاں پر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے تشریف فرما تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ اپنے والد محترم برہان العاشقین حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر کچھ دیر کیلئے زمین پر تشریف فرما رہے پھر وہاں سے اٹھ کر آپ مسجد کے صحن میں دیوار کے ساتھ درختوں کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ کچھ احباب اور بھی تھے جو آس پاس بیٹھ گئے۔ میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا فرید تم لوگوں کی محکمانہ ترقی کس طرح ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور کبھی پانچ سال کے بعد اور کبھی تین سال کے بعد ہوتی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا ترقی کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی حضور پرچہ ہوتا ہے زبانی سوال و جواب ہوتا ہے اور جو میرٹ پر آتا ہے وہ کسی بھی ہائی یا مڈل سکول میں

مہمان خصوصی آپ تھے۔ بہت سے مشائخ عظام اور علماء کرام دور دراز علاقوں سے تشریف لائے تھے وہاں پر آپ نے حضور غوث پاک ﷺ کے حالات زندگی بیان فرمائے اور آخر میں مزار پر غوث اعظم جھنڈا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لہرایا۔

مجھ جیسے گنہگار انسان پر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے بہت پائیدار اثرات مرتب ہوئے۔ آپ کے فیض وکرم کی وجہ سے مجھ سے بہت سی برائیاں ختم ہوئیں۔ میرے ذاتی خیال میں آپ کے دم قدم سے باغ وبہار تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے فیوض وبرکات سے آپ کی اولاد اور مریدین سب کو نوازے۔ میرے لئے ان کی موجودگی ایک بہت بڑے سہارے اور نگہبان کی سی تھی۔ آپ کی رحلت سے مجھ جیسے بہت سے لوگ یتیم ہو گئے ہیں۔

متاعِ کوثر و زمزم کے پیمانے تیری آنکھیں
فرشتوں کو بنا دیتی ہیں دیوانے تیری آنکھیں

جہانِ رنگ و بو الجھا ہوا ہے ان کے ڈوروں میں
لگی ہیں کاکلِ تقدیر سلجھانے تیری آنکھیں

اشاروں سے دلوں کو چھیڑ کر اقرار کرتی ہیں
اٹھاتی ہیں بہارِ نو کے نذرانے تیری آنکھیں

وہ دیوانے زمامِ لالہ و گل تھام لیتے ہیں
جنہیں منسوب کر دیتی ہیں ویرانے تیری آنکھیں

شگوفوں کو شراروں کا مچلتا روپ دیتی ہے
حقیقت کو بنا دیتی ہیں افسانے تیری آنکھیں

(ساغر صدیقی)

گیارہویں شریف کے دعوت نامے جو پشاور صدر، پشاور یونیورسٹی اور سفید ڈھیری کے تقریباً ۱۹۸۴ء تک برادرِ اکبر سید محمد انور شاہ قادری تقسیم کرتے رہے ۱۹۸۵ء میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ذمہ لگائے کہ ان کو تقسیم کرنا ہے جو کہ بفضل تعالیٰ اب تک کر رہا ہوں اور ان شاء اللہ کرتا رہوں گا۔

پچھلے کچھ عرصہ سے پشاور صدر کے دعوت نامے ملک جہانگیر صاحب قادری کر رہے ہیں۔ جب یہ دعوت نامے میں تقسیم کر کے واپس یکہ توت شریف آتا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ اپنے پاس بلا کر پوچھتے کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی، سب کو دعوت نامے مل گئے کوئی رہ تو نہیں گیا۔ اگر کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو ان کے بچوں اور بھائیوں وغیرہ کا نام رجسٹر میں درج کر لیتے۔ اگر وہ نہ بھی آتے تو تین سال تک انہیں دعوت نامے بھیجتے رہتے اس کے بعد بھیجنا بند کر دیتے۔ یہ سارے دعوت نامے تقسیم کرنے کیلئے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب آنے جانے کا کرایہ بھی عنایت فرماتے۔

مجھے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا پشاور شہر، وڈپگہ اور جامع مسجد ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ میں بہت سی تقریریں سننے کا شرف حاصل رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پنی تقاریر اور خطبات میں ہمیشہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اہل بیت، تعظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، عقیدت اولیاء اللہ، رواداری، اخوت، برداشت اور امن و سلامتی کا درس دیا۔ آپ کی ذاتِ اقدس، آپ کے خطبات اور تقاریر ہی سے مجھے اپنے عقیدے کے متعلق پتہ چلا اور صبر و تحمل، برداشت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی لازوال نعمتیں نصیب ہوئیں۔

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت و رہنمائی میں کئی مرتبہ سفر کا اتفاق ہوا۔ نتھیا گلی کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مرتبہ راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ۱۹۸۶ء میں جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جمعیت علماء پاکستان کے صوبائی صدر ہونے کے ناطے صوبہ سرحد کا احتجاجی جلوس آپ کی قیادت میں راولپنڈی گیا تھا۔ جلسے سے واپسی پر آپ کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا۔ جس سے آپ کے جسم مبارک پر بہت زیادہ زخم آئے تھے۔

اہل طریقت کے حلقہ میں آپ کو انتہائی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ۱۹۸۷ء میں پشاور سے ملحقہ ایک گاؤں شیر کیرہ میں غوث اعظم کانفرنس ہرٹ بابا میں منعقد ہوئی تھی جس کے

BPS-16 کا استاد مقرر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر شمس سلیمان صاحب اس ساری گفتگو کے گواہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اور میں دل میں سوچتا رہا کہ میری ترقی اگلے سال دو میں ہو جائے گی یا نہیں؟

فروری ۲۰۰۴ء میں محکمہ تعلیم صوبہ سرحد کی طرف محکمانہ ترقی کی درخواستیں مانگی گئیں، میں نے بھی درخواست جمع کرا دی۔ میری خواہش تھی کہ اگر ترقی ہوتی ہے تو مڈل سکول میں ہو۔ اس مرتبہ زون ٹو جو پانچ ضلعوں پر مشتمل ہے ان میں پچاس اساتذہ کی ترقی ہوئی تھی اور میرا نمبر اٹھاسٹواں (۶۸) تھا۔ میں بڑا پریشان ہوا اور اپنے دل میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے فریاد کرنے لگا۔

کچھ دنوں بعد پتہ چلا کہ زون ٹو کیلئے مزید تیس پوسٹوں کی منظوری ہوئی ہے۔ اس طرح ٹھیک ایک سال بعد حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور عنایت سے میری ترقی یکم ستمبر ۲۰۰۴ء کو ہوئی اور میں مڈل سکول نمہ بڈھ بیر پشاور کا ہیڈ ماسٹر تعینات ہوا۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر جو بھی آیا خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔ ہمیشہ ضرورت مندوں کی حاجت روائی کی جاتی۔

آپ کے شخصی وقار اور رعب و دبدبہ کی ساری مخلوق قائل تھی ۱۹۹۲ء میں جب بابری مسجد کو شہید کیا گیا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور شہر کے احتجاجی جلوس کی قیادت فرمائی تھی۔ جلوس کے بعد ایک احتجاجی جلسہ بھی منعقد ہوا تھا۔ اس کیلئے تھانہ کابلی کے سامنے چوک میں ایک سٹیج بنایا گیا تھا۔ سٹیج کے اوپر بہت سے دوسرے مکتبہ فکر کے تعلق رکھنے والے قائدین بھی موجود تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض سابق صوبائی وزیر سید قمر عباس صاحب سرانجام دے رہے تھے۔

جلسہ میں ایک عجیب قسم کا شور اور ہنگامہ تھا۔ سید قمر عباس صاحب بھی پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔ انہوں نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے سٹیج سے اعلان کر دیا کہ اب آپ کے سامنے حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی خطاب فرمائیں گے۔ جیسے ہی لوگوں نے آپ کا اسم مبارک سنا تو خیبر بازار سے لے کر قصہ خوانی کے اس سرے تک لوگوں پر ایسی خاموشی طاری ہوئی کہ گویا اس پورے علاقے میں کوئی موجود ہی نہیں ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

ارشاداتِ غوثُ الصمدانی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مرتب: سید کامران شاہ بخاری (وڈپکہ)

معادو آخرت

جناب حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "بیماروں کی مزاج پرسی کیا کرو اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو کہ یہ تم کو آخرت یاد دلائے گا" آپ ﷺ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ تم آخرت کو یاد رکھو اور تم اس کے ذکر سے بھاگتے ہو اور دنیا کو عزیز رکھتے ہو۔ عنقریب تمہارے نہ چاہنے کے باوجود تمہارے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور جس پر تم خوش ہو رہے ہو اس کو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیا جائے گا۔ خوشی کی بجائے ناگواری اور غم آجائیں گے۔

موت کی یاد اے غافل اور اے ناسمجھ! ہوشیار ہو جا۔ تو دنیا کیلئے نہیں بلکہ آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ اے آنے والی موت سے غافل! تو صرف مال و دولت جمع کرنے، خواہشوں و لذتوں اور کھیل کود کی فکر میں مدہوش ہے۔ اگر کوئی ناصح تجھ کو موت و آخرت یاد دلاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا عیش مکدر کر دیا اور اِدھر اُدھر سر ہلانے لگتا ہے۔ موت سے ڈرانے والی بالوں میں سفیدی آگئی تو اس کو قینچی سے کاٹ کر نکال دیتا ہے، یا خضاب سے سیاہ کر ڈالتا ہے۔ جب تیری موت آئے گی اس وقت تو کیا کرے گا اور جب ملک الموت اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں گے تو کس طرح لوٹائے گا۔ جب تیرا رزق ختم ہو کر وقت پورا

ہو جائے گا تو کیا بہانہ کرے گا۔ اس حرص و ہوس کو چھوڑ۔ دنیا دار العمل ہے اگر تو کام کرے گا تو اجرت پائے گا اور کام نہ کرے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا۔ یہ محنت و مشقت کا گھر ہے، راحت آخرت میں ملے گی۔ مومن یہاں مشقت و تکلیف اٹھاتا ہے لہٰذا یقیناً وہاں راحت ملے گی۔ تو نے راحت کیلئے جلدی مچائی کہ دنیا ہی میں آرام کیا اور توبہ کو دنوں، مہینوں، برسوں آج کل کہہ کر ٹالتا رہتا ہے۔ تیری زندگی قریب ختم ہے۔ عنقریب تجھے پشیمانی ہوگی کہ توبہ کیوں نہ کرلی اور اپنے گناہوں پر متنبہ کیوں نہ ہوا اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کیوں نہ مانی۔

زندگی کا شہ تیر افسوس! تیری زندگانی کی چھت کا شہ تیر ٹوٹ چکا (اور عنقریب گرا چاہتا ہے)۔ اے مغرور! تیری زندگانی کی دیواریں گر رہی ہیں اور یہ آباد گھر ویران ہوا چاہتا ہے اور اس کو چھوڑ کر دوسرے گھر جانا ہے۔ آخرت کا گھر بنا اور اس کی طرف قدم بڑھا۔ کون سا قدم؟ عمل صالح کا قدم، آخرت کیلئے اپنا عمل پہلے روانہ کرتا کہ وہاں پہنچ کر تو اس کو پائے۔

دنیا و آخرت کا میل نہیں اے دنیا پر مغرور ہونے والے! اے ناچیز سے دل لگانے والے! بی بی کو چھوڑ کر خادمہ کی طرف التفات کرنے والے! دنیا و آخرت کا میل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔ خادمہ کا خیال دل سے نکال دے پھر دیکھ کہ آخرت کس طرح تیرے پاس آتی اور دل پر چھا جاتی ہے۔ جب تیری یہ کیفیت ہو جائے گی تو حق تعالیٰ کی قربت تجھے آواز دے گی۔ اس وقت آخرت کو بھی چھوڑ کر اس کا طلبگار بن۔ قلب کی تندرستی اور باطن کی صفائی پوری طرح وہیں حاصل ہوگی۔

اٹل پہاڑ عزیزم! جب تیرا دل صاف ہو جائے گا تو حق تعالیٰ، صاحبانِ علم اور فرشتے گواہی دیں گے۔ وہی ایک دعویٰ دار کھڑا کرے گا جو مدعی بنے گا اور وہی خود گواہی دے گا۔ اپنے نفس کی صحت اور اصلاح کیلئے تجھے گواہی نہ دینی پڑے گی۔ جب تجھے اس میں کمال حاصل ہو جائے گا تو ایک اٹل پہاڑ بن جائے گا۔ نہ آندھیاں اس کو ہلا سکیں گی اور نہ رماح اس کو توڑ سکیں گی۔ دنیا کا اختلاط اور مخلوق سے ملنا جلنا

تیرے دل پر اثر نہ کرے گا اور نہ تیرے دل میں خراش پیدا کر سکے گا اور نہ تیرے باطن کی صفائی کو گدلا کر سکے گا۔

مخلوق لوگو! جو شخص مخلوق کی خاطر اور ان میں مقبول ہونے کیلئے عمل کرتا ہے اس کو چھوڑ دو۔ وہ آقا کا بھاگا ہوا غلام، خدا کا دشمن، اس اور اس کی نعمتوں کا ناشکر گزار، مجوب، مردود اور ملعون ہے۔ مخلوق تیرے دل، نیکی اور دین سب کو سلب کرلے گی اور تجھ کو مشرک بنا دے گی۔ تو ان کو خدا کا شریک سمجھے گا اور اپنے پروردگار کو بھلا دے گا۔ وہ تجھے اپنی غرض سے چاہتے ہیں تیرے خیر خواہ نہیں ہیں۔

خدا تعالیٰ تیرا اور تیرے نفع کا خواہاں ہے اپنا بھلا نہیں چاہتا۔ تو بھی اسی کا خواستگار ہو جو تیرا نفع چاہے اور اسی کے ساتھ مشغول رہ کیونکہ خدا کے ساتھ مشغول رہنا اس سے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ رہے جو تجھ کو اپنی غرض کیلئے چاہے۔ اگر دوسری چیز مانگنا ہی پڑے تو وہ بھی خدا ہی سے مانگ نہ کہ اس کی مخلوق سے کیونکہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ مخلوق وہ ہے جو دنیا کو اس کی مخلوق سے مانگے۔ اسی کی بارگاہ میں اس کی فریاد کر کہ وہی غنی اور باقی سب فقیر ہیں۔ نہ اپنی ذات کے نفع نقصان کے مالک ہیں نہ کسی دوسرے کے۔ تو اس کو چاہ وہ تجھ کو چاہنے لگے گا۔

ابتداء میں تو طالب ہوگا اور وہ مطلوب، بعد کو وہ طالب ہوگا اور تو مطلوب۔ بچہ بچپن میں اپنی ماں کو ڈھونڈا کرتا ہے اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو ماں اس کو ڈھونڈتی ہے۔ جب تیری طلب صادق معلوم ہوگی تو وہ تجھے چاہے گا اور جب تیری سچی محبت اپنے ساتھ دیکھے گا تو تجھ کو محبوب بنا لے گا۔ تیرے قلب کی رہنمائی کرے گا اور تجھے اپنے قریب کرے گا۔ تو نے اپنے دل کی آنکھ پر نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کا ہاتھ رکھ چھوڑا ہے تو تجھے نجات کیسے ملے گی۔ ان ہاتھوں کو ہٹا، تجھے چیزوں کی اصلیت نظر آئے گی۔ نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ میں ڈال کر اس کو الگ کر دے۔ اپنی ہوا و ہوس اور شیطانی ہاتھ کو آنکھ سے ہٹا دے تجھ کو خدا مل جائے گا۔

ان ہاتھوں کو ہٹا کہ تیرے اور حق تعالیٰ کے درمیان سے حجابات اٹھ جائیں گے اور تو اس سے ماسوا

کو دیکھ لے گا۔ اپنے نفس کو پہچانے گا اور غیر کو دیکھے گا۔ اپنے عیب دیکھ کر ان سے بچے گا اور دوسروں کے عیب دیکھ کر ان سے بھاگے گا۔ جب تجھ کو یہ رتبہ مل جائے تو خدا تجھ کو مقرب بنالے گا اور وہ کچھ عطا کرے گا جو آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں۔ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔ تیرے قلب و باطن کی سماعت تیز کردے گا، بصارت بخشے گا، ان کو درست رکھے گا اور ان کو اپنی کرامت کا خلعت پہنائے گا، اپنی ولایت سے سرفراز فرما کر قرار دے گا اور تیری مدد فرما کر تجھے سلطان و بادشاہ بنا دے گا اور ساری مخلوق میں تیری شہرت عام ہوگی تو اپنے دل کی نگہبانی کرے گا اور فرشتے تیری خدمت کریں گے۔ تجھ کو وہ اپنے نبیوں اور رسول کی زیارت کرائے گا اور مخلوق کی کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ نہ رہے گی۔

دنیا طلبی چھوڑ میرے عزیز! اس مرتبہ کا طالب بن اور اس کی آرزو کر، اسی کو اپنا مقصود بنالے۔ دنیا کی طلب میں مشغول رہنا چھوڑ دے کہ وہ تیرا پیٹ نہ بھر سکے گی اور نہ خدا کے سوا کوئی چیز پیٹ بھر سکتی ہے پھر خدا کے ساتھ رہ، وہ شکم سیر کردے گا۔ جب وہ تجھ کو مل گیا تو دنیا و آخرت کی دولت تجھے مل گئی۔

اللہ کا محبوب اے غافل! اسی کو چاہ جو تجھے چاہتا ہے۔ اسی کو طلب کر جو تجھے طلب کرتا ہے اور اسی سے محبت کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اسی کا مشتاق ہو جو تیرا مشتاق ہے۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ”وہ اس سے محبت کرتا ہے جو اس نے محبت کرتا ہے۔“

نیز اس کا یہ ارشاد جو اس نے ایک مقام پر فرمایا ”بیشک میں تمہاری ملاقات کا مشتاق ہوں“ اس نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ تو نہ کھیل اور اس نے تجھے اپنی مصاحبت کیلئے پسند کیا ہے۔ غیروں کی جانب متوجہ نہ ہو۔ اس کی محبت میں شریک کسی کو محبوب نہ رکھ۔ اگر تو دوسروں کے ساتھ شفقت و مہربانی، لطف و کرم کیلئے محبت کرے تو یہ یقیناً جائز ہے۔ لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا تو جائز ہے لیکن قلوب و باطن کی محبت ان سے جائز نہیں۔

نیکی بدی اے لغو ولا طائل بکنے والے! اے کاہل اور نصیحت نہ سننے والے! اگر تو نے میرا کہا مانا اور

اس پر عمل کیا تو اپنے ہی لئے کرے گا اور اگر عمل نہ کیا تو لعنت و محرومی اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نفس ہی کیلئے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اس کی برائیوں کا وبال اسی پر پڑے گا'' اور فرمایا ''اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے نفس کیلئے اور اگر برائی کرو گے تو اس کا وبال اسی پر ہو گا۔''

یہ نفس ہی ہے جو کل اپنی نیکیوں کا ثواب جنت میں اور اپنے گناہوں کا عذاب دوزخ میں پائے گا۔'' نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلایا کرو اور اپنی پوشاک مومنین کو دیا کرو۔'' جب تو نے اپنا کھانا کسی متقی کو کھلایا اور دنیوی کاموں میں اس کی مدد کی تو اس کے اعمال میں تو بھی شریک ہو گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہو گی کیونکہ تو نے اس کے ارادے میں مدد کی اور اس کا بوجھ اٹھایا اور اس کے قدم کو خدا کی طرف چلایا۔

اور جب تو نے کسی ریاکار، منافق و نافرمان کے دنیوی کاموں میں مدد کی تو جو کچھ وہ برائی کرے گا تو اس میں شریک ہو گا اور اس کی سزا میں کوئی کمی نہ ہو گی کیونکہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کا مددگار رہا تو اس کا وبال تجھ پر پڑے گا۔

ایک عالم کا قول اے جاہل! علم حاصل کر کہ علم کے بغیر عبادت میں کوئی خیر نہیں اور بے علم ایقان میں خوبی نہیں۔ علم حاصل کر کے عمل کر کہ دنیا و آخرت میں کامیابی ہو۔ جب علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں صبر و استقلال نہیں تو کامیابی کیسے ہو گی۔ جب تو علم پر سب کچھ خرچ کر دے گا تو تھوڑا بہت علم حاصل ہو گا۔ ایک عالم سے کسی نے پوچھا تھا کہ یہ علم کیسے حاصل کیا؟ انہوں نے جواب دیا ''کوے کی سحر خیزی، اونٹ کے صبر، سؤر کی حرص اور کتے کی خوشامد سے۔''

یعنی جس طرح کوا سویرے ہی اڑتا ہے اسی طرح میں صبح ہی صبح علماء کے دروازے پر پہنچ جاتا تھا، ان کی دی ہوئی مشقتوں پر صبر کرتا تھا۔ جس طرح اونٹ بوجھ پر صبر کرتا ہے اور علم کا ایسا حریص تھا جیسا کہ سؤر اپنی خوراک کا حریص ہوتا ہے اور ان کی خوشامد اس طرح کرتا تھا جس طرح کتا راتب کیلئے مالک کی خوشامد کرتا ہے۔

علم زندگی، جہالت موت اے طالب علم اگر تو علم اور کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس عالم کا قول سن اور اس پر عمل کر۔ علم زندگی ہے اور جہالت موت۔ جو شخص عالم باعمل، مخلص اور دوسروں کو پڑھانے میں صابر ہو وہ خدا سے مل جاتا ہے۔ اس کیلئے موت نہیں کیونکہ وہ مرتے ہی اپنے پروردگار سے جاملتا ہے۔ اس طرح وہ ہمیشہ خدا کے یہاں زندہ ہے۔ اے اللہ ہم کو علم اور اخلاص عطا فرما۔

کلمہ لا الہ الا اللہ

شیطان کو کمزور کردو جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر شیطان کو لاغر کرو کیونکہ کلمہ طیب سے شیطان ایسا ہی کمزور ہو جاتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو اس پر کثرت سے سوار ہونے اور بوجھ لادنے سے لاغر کر دیتا ہے۔ لوگو! کلمہ لا الہ لا اللہ کو صرف زبان سے کہہ کر نہیں بلکہ خلوصِ قلب سے کہہ کر اس کو لاغر کرو۔ توحید، انسان و جنات کے شیطانوں کو جلا دیتی ہے۔ وہ شیطانوں کیلئے نار اور اہلِ توحید کیلئے نور ہے۔

تو لا الہ الا اللہ کس طرح کہتا ہے جبکہ تیرے دل میں نہ معلوم کتنے معبود موجود ہیں۔ خدا کو چھوڑ کر جن چیزوں پر تو اعتماد و بھروسہ کرتا ہے وہ سب بت ہیں۔ دل میں شریک ہوتے ہوئے زبانی توحید کوئی نفع نہ دے گی۔ قلب کی گندگی کے ساتھ جسم کی پاکی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مومن شیطانوں کو کمزور کرتا ہے اور مشرک کو شیطان لاغر کر دیتا ہے۔ اخلاص اعمال وافعال کی روح ہے، جب ان میں خلوص نہ ہو تو بے مغز کا چھلکا ہیں اور چھلکا آگ میں جلانے کے سوا کسی کام کا نہیں ہوتا۔

آتش ہوس میری بات سن اور اس پر عمل کر، وہ تیری آتش طبیعت کو بجھا دے گی اور نفس کی شوکت کو مٹائے گی۔ ایسی جگہ نہ جا جہاں تیری آتشِ طبعی بھڑک اٹھے۔ اور تیرے دین وایمان کا گھر ویران کر دے۔ طبیعت نفس اور خواہش کے شیطان جوش میں آکر تیرے دین، ایمان اور یقین کو ملیامیٹ کر دیں

گے۔ ان منافقوں، تصنع کرنے والوں اور ملمع سازوں کی بات نہ سن کیونکہ طبیعت کو ملمع کی ہوئی بناوٹی اور ہوا و ہوس کی باتوں میں مزا آتا ہے۔ اس کی مثال بے نمک کی کچی روٹی کی سی ہے (دیکھنے میں اچھی) کھانے والے کو درد شکم میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس کے جسم کو گرا دیتی ہے۔

علم کتابوں سے نہیں بلکہ مردوں کی زبان سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ مرد کون ہیں؟ وہ مردانِ خدا، متقی، تارک الدنیا، وارث انبیاء، صاحبان معرفت، سراپا عمل اور مخلص بندے ہیں۔ تقویٰ کے خلاف چیزیں ہوس اور نکمی ہیں۔ دنیا و آخرت میں متقیوں ہی کی ولایت ہے۔ دنیا و آخرت میں بنیاد و تعمیر انہی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف متقی، پرہیزگار، نیکوکار، صابروں سے محبت کرتا ہے۔ اگر تیری طبیعت نیک ہوتی تو ان کو پہچانتا۔ ان کو عزیز رکھتا اور ان کی صحبت میں رہتا۔

طبیعت اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب کہ قلب حق تعالیٰ کی معرفت سے منور ہو جائے۔ جب تک معرفت صحیح نہ ہو اور خوبی و نیکی ظاہر نہ ہو جائے اپنے خیالات پر مطمئن نہ ہو۔ اپنے نفس کو شہوتوں سے روک اور اپنی نگاہ کو محرمات سے بچا۔ اپنے نفس کو حلال غذا کا خوگر بنا۔ اپنے باطن کو حق تعالیٰ کے مراقبہ میں اور اپنے ظاہر کو اتباع سنت کے ساتھ بچا۔ تیری طبیعت نیک اور صائب الرائے بن جائے گی پھر حق تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے گی۔ میں صرف عقول اور قلوب کی تربیت کرتا ہوں نفس، طبیعتوں اور عادتوں کی نہیں کرتا اور نہ ان میں کوئی خوبی ہے۔

دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کیلئے ہو

اے عزیز! علم سیکھ کر مخلص بن جا تا کہ نفاق کے پھندے اور اس کی قید سے رہائی حاصل ہو۔ مخلوق و دنیا کی غرض سے نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کیلئے علم حاصل کر۔ اللہ واسطے علم حاصل کرنے کی پہچان یہ ہے کہ حکم و ممانعت کے وقت تو خائف اور ترساں ہو۔ دل میں اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھے اور عاجزی کرے اور مخلوق اور ان کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر ان سے عجز و انکسار سے پیش آئے۔ محبت اور عداوت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو کیونکہ غیر اللہ کیلئے دوستی کرنا درحقیقت عداوت ہے اور غیر اللہ کا ثبات حقیقت میں زوال ہے اور غیر اللہ کی بخشش حقیقتاً محرومی ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ایمان کے دو جز ہیں: ایک صبر اور دوسرا شکر۔'' اگر تو نے تکالیف پر صبر اور احسانات کا شکر نہ کیا تو تو مومن نہیں ہے۔ اسلام کی حقیقت گردن جھکانا ہے۔ اے اللہ! تو عمل، اطاعت، اپنے ذکر، اپنی موافقت اور توحید سے ہمارے دلوں کو زندگی بخش دے۔ اگر وہ لوگ نہ ہوتے جن کے دل نورِ ایمان سے روشن ہیں اور سارے روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں تو تم لوگ ہلاک ہو جاتے کیونکہ انہی کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ہٹا دیتا ہے۔

ظاہراً نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن معنی کے لحاظ سے قیامت تک باقی رہے گی ورنہ چالیس ابدال دنیا میں کس بنا پر باقی رہتے۔ ان میں سے ہر ایک کے اندر نبوت کے معنی موجود ہیں اور ہر ایک کا قلب کسی نہ کسی نبی کے قلب کے مشابہ ہے۔ یہی حضرات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے دنیا میں نائبین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شاگردوں کو استادوں کا قائم مقام بنا دیا ہے اور اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ لوگ حفاظت، عمل اور قول و فعل میں انبیاء کے مشابہ ہیں اس لئے کہ قول بغیر فعل کچھ بھی نہیں اور بغیر گواہ کے دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایمان کے گواہ

عزیزم! قرآن و سنت کی پابندی اور ان پر عمل اور عمل میں اخلاص تیرے ایمان کے گواہ ہیں۔ میں تمہارے عالموں کو جاہل اور زاہدوں کو دنیا کا طالب اور خواہشمند، خدا کو چھوڑ کر مخلوق پر یقین رکھنے والا دیکھ رہا ہوں۔ حق تعالیٰ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرنا لعنت کا سبب ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جو اپنی ہی جیسی مخلوق پر بھروسہ کرے'' نیز آپ نے فرمایا ''جس نے مخلوق سے عزت چاہی بے شک وہ ذلیل ہوا''۔ یاد رکھ جب تو مخلوق کو چھوڑے گا تو خالق کی معیت حاصل ہوگی، وہ تجھے تیرے نفع و نقصان سے آگاہ کر دے گا اور تو اپنی اور پرائی چیزوں میں تمیز کر سکے گا۔ حق تعالیٰ کے در پر پڑا رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق کر لینے میں دنیا و آخرت کی خوبی ہے۔ جب تک تیرے دل میں مخلوق رہی، آخرت یا حق تعالیٰ کے سوا ذرہ برابر کوئی چیز رہے گی تو تجھ کو یہ مرتبہ کمال حاصل نہ ہوگا۔

صبر کے معنی جب تو نے صبر نہ کیا تو نہ تیرا دین رہا اور نہ ایمان۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "صبر کو ایمان سے وہ تعلق ہے جو سر کو بدن سے ہے۔" صبر کے معنی یہ ہیں کہ تو نہ تو کسی سے شکایت کرے، نہ سبب کے ساتھ کوئی تعلق رکھے، نہ تکلیف کا وجود ناگوار معلوم ہو اور نہ اس تکلیف کے دور ہونے کی آرزو کرے۔

بندہ جو اپنے فقر وفاقہ سے اپنے مالک کے آگے جھکتا اور اس کے ارادہ مشیت پر صبر کرتا اور رات دن عبادت وریاضت میں ایک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نظر سے دیکھتا اور اس کو اور اس کے بال بچوں کو اس طرح روزی عطا فرماتا ہے کہ اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کیلئے سبیل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسے طریقہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا۔"

تیری حالت نشتر لگانے والے کی سی ہے جو دوسروں کی بیماری کا علاج کرتا ہے اور اپنی بیماری دور نہیں کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو ظاہری علم میں ترقی کر رہا ہے اور باطن کی جہالت بڑھ رہی ہے۔ توریت میں ہے کہ "جس شخص کا علم بڑھے تو چاہئے کہ درد میں بھی اضافہ ہو۔"

وہ درد کیا ہے؟ حق تعالیٰ کا خوف اور اس کے اور بندوں کے سامنے عجز وانکسار!۔ جب تجھے کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس علم کو سیکھ۔ جب تجھ میں نہ علم ہوگا نہ عمل، نہ اخلاص نہ ادب اور نہ مشائخ کے ساتھ حسن ظن تو پھر تجھے کوئی چیز کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ تو نے تو اپنا سارا مقصود دنیا اور اس کے مال ومتاع کو قرار دے دیا ہے۔ عنقریب تیرے اور اس کے درمیان پردہ پڑ جائے گا۔

تجھ کو ان سے کیا نسبت جن کا مقصود ہی یہ ہے کہ وہ جس طرح بظاہر اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھتے ہیں اسی طرح باطن میں بھی اس کا دھیان رکھیں۔ جس طرح اعضاء کو تہذیب سکھاتے ہیں اسی طرح دل کو بھی سنوارتے ہیں۔ یہاں تک جب ان کو مرتبہ کمال حاصل ہو جاتا ہے تو جملہ خواہشات کے فکر واہتمام سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ ان کے دل میں ایک خواہش کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ تک

رسائی کی خواہش ہے۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل فقر و فاقہ میں مبتلا ہوئے تو سب جمع ہو کر اپنے نبی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ کام بتایئے جسے ہم کریں تو اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ہماری مصیبت کو دور کر دے۔ نبی علیہ السلام نے اس کی بابت پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو اگر تم میری خوشنودی چاہتے ہو تو مسکینوں کو خوش کرو۔ اگر تم نے ان کو خوش کر دیا تو میں خوش ہو جاؤں گا اور اگر ان کو ناراض رکھا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔

اطاعتِ شیخ اے عقلمندو! سن لو تم ہمیشہ مسکینوں کو ناخوش رکھتے ہو پھر بھی خدا کی رضامندی چاہتے ہو۔ اس کی خوشنودی تمہارے ہاتھ نہ آئے گی۔ تم ہر پہلو سے اس کی ناراضگی میں رہو گے۔ میری سخت کلامی برداشت کرلو نجات پاؤ گے۔ ثابت قدمی ہی روئیدگی ہے۔ میں مشائخ کی گفتگو اور ان کی سختی و درشتی سے بھاگتا نہ تھا بلکہ گونگا بہرہ بن جایا کرتا تھا۔ ان کی طرف سے مجھ پر آفتیں آتی تھیں اور میں خاموش رہتا تھا۔

ایک تو ہے کہ ان کی بات برداشت نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ نجات پائے۔ اس طرح عزت حاصل نہیں ہوگی۔ جب تک اچھی بری قسمت پر راضی نہ ہو گا چاہے اس میں فائدہ ہو یا نقصان، جب تک مشائخ پر الزام تراشی سے باز رہ کر صحبت میں نہ رہے گا اور جب تک ہر حال میں مشائخ کی اتباع اور ان کی موافقت نہ کرلے گا فلاح نہ پائے گا۔ ہاں اگر ایسا کرے گا تو یقیناً دنیا و آخرت میں فلاح ہوگی۔

طمع کے تینوں حرف خالی میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو سمجھو اور عمل کرو۔ صرف سمجھ لینا اور عمل نہ کرنا بیکار ہے۔ عمل اخلاص کے بغیر محض طمع ہے اور طمع کے تینوں حرف خالی ہیں۔ عوام اگرچہ تیرے کھوٹ سے واقف نہ ہوں لیکن صراف تیرا کھوٹ پہچان کر عوام کو بتا دے گا اور وہ تجھ سے بچیں گے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر سے رہے تو اس کے عجیب و غریب لطف نظر آئیں گے۔

یوسف علیہ السلام نے جب گرفتاری، غلامی، قید، رسوائی پر صبر کیا اور ہر حال میں خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہے تو ان کی شرافت ثابت ہوئی اور وہ بادشاہ بنے۔ ذلت سے عزت اور موت سے زندگی تک پہنچے۔اسی طرح تو بھی جب شریعت پر چلے گا اور خدائے برتر و بزرگ کے ساتھ صبر کریگا، اسی سے ڈرے گا اور اسی سے امید رکھے گا۔اپنے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کی مخالفت کرے گا تو اپنی موجودہ حالت سے دوسری حالت کی جانب منتقل کیا جائے گا۔تیرے حال کو بہتر سے بدل دیا جائے گا۔

سعی و کوشش کر اگرچہ تجھ سے نہ ہو سکے گی لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔کوشش کئے جا یقیناً بہتری ہو گی۔جس نے ارادہ کیا اور جدوجہد کی اس نے پایا۔حلال کمائی میں کوشش کر وہ تیرے دل کو منور کر دے گی اور اس کی سیاہی دور کر دے گی۔وہ عقل سب سے مفید ہے جو حق تعالیٰ کی نعمتوں سے باخبر کرے اور شکر گزاری پر آمادہ کرے اور نعمتوں اور ان کی مقدار کے اعتراف میں معاون ہو۔

دل اور زبان کی گداگری

میرے عزیز! جس کو پکا یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز قسمت میں لکھ کر فراغت پالی ہے، اس کو خدا سے کچھ مانگتے شرم آتی ہے۔وہ مانگنے کی بجائے اس کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔نہ حق تعالیٰ سے اپنے مقسوم کیلئے جلدی کرتا اور نہ دوسروں کے رزق کا سوال کرتا ہے۔اس کی عادت گمنامی، خاموشی، حسن ادب اور ترکِ اعتراض ہے۔مخلوق سے کمی زیادتی کا نہیں کرتا۔دل میں مخلوق سے گداگری ایسی ہی ہے جیسے زبان سے بھیک مانگنا۔

میرے نزدیک حقیقتاً ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔افسوس! تجھے دوسروں سے مانگتے شرم نہیں آتی حالانکہ خدا دوسروں سے زیادہ تیرے قریب ہے۔مخلوق سے تو وہ کچھ مانگتا ہے جس کی تجھ کو ضرورت بھی نہیں۔تیرے پاس گڑا ہوا خزانہ ہے اور تو ایک ایک دانہ اور ایک ایک ذرّہ کیلئے فقیروں میں شامل ہوتا ہے تو مر کر رسوا ہوگا۔

تیرے راز اور چھپے ہوئے حالات کھل جائیں گے اور چاروں طرف سے تجھ پر پھٹکار پڑے گی۔اگر تو عقلمند ہوتا تو ذرّہ برابر ہی ایمان کماتا کہ اس کے ساتھ خدا سے ملتا۔نیک لوگوں کی صحبت میں رہتا

اور ان کے قول و فعل سے ادب سیکھتا۔ یہاں تک کہ تیرا ایمان کامل اور یقین پختہ ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو خاص اپنے لئے چن لیتا اور قلب کے اعتبار سے تیرے امر و نہی اور ادب کا کفیل و کارساز ہوتا۔

اے صنمِ ریا کے پجاری! تو دنیا و آخرت میں کہیں بھی خدا تعالیٰ کے قرب کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

اے مخلوق کو خدا کا شریک سمجھنے والے اور دل سے ان کی طرف متوجہ ہونے والے ان سے منہ پھیر لے کہ ان سے نہ نقصان ہے نہ فائدہ، نہ بخشش نہ محرومی، قلب میں چھپے ہوئے شرک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا دعویٰ نہ کر کہ اس سے تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

خاصانِ خدا

خاصانِ خدا سے کینہ اگر تو دنیا و آخرت کی بادشاہت چاہتا ہے تو سب کچھ خدا کے سپرد کر دے تو اپنے نفس اور دوسروں کا حاکم و سردار بن جائے گا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں میری نصیحت مان۔ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں مجھے سچا سمجھ۔ اگر تو جھوٹ بولے گا اور جھٹلائے گا تو تجھ سے بھی جھوٹ بولا جائے گا اور تو جھٹلایا جائے گا۔ اگر سچ بولے گا اور سچا سمجھے گا تو تجھ سے سچ کہا جائے گا اور تیری تصدیق کی جائے گی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اپنے دینی مرض کی دوا مجھ سے لے اور استعمال کر شفا پائے گا۔

اگلے بزرگ مشرق و مغرب میں ایسے لوگوں کی جستجو کرتے تھے جو دلوں اور دین کے طبیب ہوتے اور جب ان میں سے کوئی ہاتھ آ جاتا تو اس سے اپنے دین کی دوا لیتے تھے اور آج تمہارا یہ حال ہے کہ سب سے زیادہ کینہ ان فقیہوں، عالموں اور اولیاء سے ہے جو ادب اور علم سکھاتے ہیں تو یقیناً دوا ہے تیرے ہاتھ نہ آئے گی۔

میرا علم اور میری طبابت تمہارے کس کام آ سکتی ہے۔ میں ہر روز تمہارے لئے بنیاد قائم کرتا ہوں اور تم ڈھا دیتے ہو۔ میں دوا تجویز کرتا ہوں تم استعمال نہیں کرتے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس لقمہ میں زہر ہے نہ کھاؤ، یہ کھاؤ اس میں دوا ہے لیکن تم میری مخالفت کر کے وہی کھا لیتے ہو جس میں زہر ہوتا ہے۔ اس کا

اثر عنقریب تمہارے دین وایمان کے بدن میں ظاہر ہوگا۔

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ تمہاری تلوار سے نہیں ڈرتا، نہ تمہارے مال وزر کا طالب ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ جنات، انسان، کیڑوں مکوڑوں، درندوں، سانپ بچھو زہریلے جانوروں یہاں تک کہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا۔

تحقیر مشائخ کی ممانعت علم پر عمل کرنے والے مشائخ کی تحقیر نہ کرو۔ تم اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کے بندوں میں ان نیکوکاروں سے واقف نہیں وہ جو اس کے پاس اس کے افعال پر راضی ہیں۔ پوری سلامتی قضا وقدر پر راضی ہونے، امیدوں کو کم کرنے اور دنیا کی رغبت نہ ہونے میں ہے۔ پس جب تم اپنے نفوس میں کمزوری محسوس کرو (یعنی دنیا کی رغبت کم نہ ہو سکے) تو موت کو یاد رکھو اور امیدیں کم کرو۔

جناب نبی کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ جل شانہ سے حدیث قدسی بیان فرمائی ہے "میرا تقرب چاہنے والوں نے فرائض ادا کرنے سے زیادہ کسی چیز سے بھی میرا قرب نہیں پایا اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا مقرب بنتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے سماعت وبصارت اور ہاتھ اور مددگار بن جاتا ہوں کہ مجھ ہی سے سنتا ہے مجھ ہی سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے تھامتا ہے۔"

اپنے تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے زور اور قوت، اپنے نفس اور دوسروں کی طرف دیکھنے سے باز آجاتا ہے۔ اس کی حرکات، قوت وطاقت اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے، اپنے نفس یا مخلوق سے نہیں۔ وہ اپنے نفس اور دنیا وآخرت سے کنارہ کش ہو کر سراپا اطاعت بن جاتا ہے اس لئے یقیناً مقرب بارگاہ بنتا ہے۔ اس کی اطاعت ہی اس کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بناتی ہے۔

طاعت سے محبت وقرب حاصل ہوتا ہے اور معصیت سے بغض اور دوری حاصل ہوتی ہے۔ اطاعت سے محبت اور گناہ سے وحشت پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس لئے جو برائی کرے گا اسے وحشت ہوگی۔ شریعت

کی پیروی سے بھلائی اور اس کی مخالفت سے برائی حاصل ہوتی ہے۔ تمام حالتوں میں شریعت جس کی رفیق نہ ہو، تباہ ہونے والوں کے ساتھ ایک ہلاک ہونے والا وہ بھی ہوگا۔

سعی وعمل سعی وعمل کر لیکن عمل پر بھروسہ نہ کر۔ عمل نہ کرنے والا (یعنی بغیر عمل کے نجات کا طالب) محض حریص اور عمل پر بھروسہ کرنے والا خود پسند اور مغرور ہے۔ (مخلوق میں تین قسم کے لوگ ہیں) ایک گروہ دنیا و آخرت کے درمیان قائم ہے اور ایک گروہ جنت اور دوزخ کے درمیان قائم ہے اور ایک گروہ مخلوق و خالق کے درمیان قائم ہے۔

اگر تو زاہد ہے تو دنیا و آخرت کے درمیان قائم ہے (کہ آخرت کا خواہاں اور دنیا سے دل برداشتہ رہے) اور اگر تو خائف ہے تو جنت اور دوزخ کے درمیان قائم ہے اور اگر تو عارف ہے تو مخلوق اور خالق کے درمیان قائم ہے (کبھی مخلوق کی طرف دیکھتا ہے کبھی خالق کی جانب)۔ لوگوں کو تبلیغ کرتا اور آخرت کے احوال، حساب کتاب، اور جو کچھ وہاں پیش آنے والا ہے سب کو بتاتا ہے بلکہ جو کچھ (انوارِ الٰہی) کا نظارہ دیکھ چکا ہے، اس کی خبر دیتا ہے۔

خبر مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی۔ یہ لوگ حق تعالیٰ کی ملاقات کے منتظر اور اپنے تمام اوقات میں اسی کے متمنی رہتے ہیں۔ موت سے نہیں ڈرتے کیونکہ وہ محبوب کی ملاقات کا ذریعہ ہے۔ (مخلوق سے) جدائی اختیار کر اس سے پہلے کہ مفارقت کی گھڑی آجائے۔ (سب کو) رخصت کر دے اس سے پیشتر کہ خود رخصت ہو۔ اس سے پہلے کی بیوی بچے اور تمام لوگ تجھ کو چھوڑ دیں تو ان کو چھوڑ دے۔ جب تو قبر میں جائے گا تو یہ سب تیرے بالکل کام نہ آئیں گے۔ نفس کی خواہش کے ساتھ مباح چیز کھانے سے توبہ کر۔

دین کا لباس لوگو! تمام حالتوں میں تقویٰ اختیار کرو کہ تقویٰ دین کا لباس ہے۔ اپنے دین کا لباس مجھ سے مانگو۔ میری پیروی کرو کیونکہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوں۔ میں کھانے پینے، نکاح کرنے اور آپ کے تمام معاملات اور ان چیزوں میں جن کی طرف آپ اشارہ فرماتے تھے، آپ کا پیرو ہوں۔

میں ہمیشہ اسی طرح (تم کو نصیحت کرتا) رہوں گا یہاں تک کہ میری ذات سے اللہ تعالیٰ کا مقصود پورا ہو جائے۔ میں اسی طرح رہوں گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مجھے کوئی فکر نہیں۔ نہ تیری مدح سرائی کی فکر ہے نہ ہجوگوئی کی، نہ تیری داد و دہش کی نہ کنجوسی کی، نہ تیری بھلائی کی نہ تیری برائی کی، نہ تیری توجہ کرنے کی نہ بے توجہی کی۔ تو نادان ہے اور نادان کی پروا نہیں کی جاتی۔

جب تو نیکوکاری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرے تو تیری عبادت تیرے منہ پر ماردی جائے گی کیونکہ اس میں جہالت کی آمیزش ہے اور جہالت سرتاسر خرابی ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "جس نے جہالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس نے اصلاح سے زیادہ اپنے کو بگاڑا۔"

ذریعہ نجات کتاب وسنت کی اتباع کے بغیر تجھے فلاح نصیب نہ ہوگی۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے "جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔" جو مشائخ کتاب وسنت کے عالم اور ان پر عامل ہیں ان کی پیروی کر اور ان سے حسن ظن رکھ۔ ان سے علم سیکھ، ان کا ادب کر اور ان کے سامنے اچھی طرح اٹھ بیٹھ، یقیناً تجھے فلاح ملے گی۔

اگر تو نے کتاب وسنت کی پیروی نہ کی اور نہ ہی کتاب وسنت جاننے والے مشائخ کا اتباع کیا تو تجھے کبھی فلاح نہ ملے گی۔ کیا تو نے سنا نہیں کہ جس نے اپنی رائے پر گھمنڈ کیا، وہ گمراہ ہوا۔ جو تجھ سے زیادہ واقف ہے، اس کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو شائستہ بنا۔

پہلے اپنے نفس کی اصلاح کر پھر دوسروں کی طرف متوجہ ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "پہلے اپنے نفس کی فکر کر پھر اہل وعیال کی" اور فرمایا "صدقہ دینا بے موقع ہے جب کہ رشتہ دار محتاج ہو" (یعنی اسی صورت میں صدقہ دینا یا خیرات کرنا داخلِ ثواب نہیں)۔

(جاری ہے)

غزل

صمد انصاری

چشم حیراں کو یوں ہی محو نظر چھوڑ گئے
دل میں لہرائے، خیالوں میں شرر چھوڑ گئے

جن کے سائے میں کبھی بیٹھ کے ستایا تھا
وہ گھنے پیڑ میری راہ گزر چھوڑ گئے

منتظر ان کیلئے ہے کسی گرداب کی آنکھ
خود سفینوں کو جو ہنگامِ خطر چھوڑ گئے

قافلے نور کے اترے نہ کسی منزل پر
شب کے نم دیدہ کناروں پہ سحر چھوڑ گئے

خیرگی ہے کہ اترتی ہی نہیں آنکھوں سے
کن اندھیروں میں ہمیں شمس و قمر چھوڑ گئے

لے گئے لوگ جبینوں میں عبادت کا غرور
کتنے سجدوں کو مگر خاک بسر چھوڑ گئے

آئے آنکھوں میں نہ دم بھر کو سلگتے آنسو
پردۂ چشم پہ اک نقش مگر چھوڑ گئے

رات کے عکس جو شبنم میں اترنے آئے
کتنے پھولوں میں صمدؔ داغ جگر چھوڑ گئے